جمادی الاولیٰ ۱۴۴۵ھ

دسمبر ۲۰۲۳ء

Monthly : 35/-
Yearly : 350/-

ماہنامہ

اعلیٰ حضرت

بریلی شریف

گوشہ ادارت

- غزہ میں نسل کشی۔ ممالک اسلامیہ کی بے بسی یا بے حسی

خوانِ مضامین

- کتاب حیات حجۃ الاسلام اور صاحب کتاب پر ایک نظر
- اعلیٰ حضرت کے ایک وہابیت شکن اور دیوبندیت فگن جیالے معاصر
- کنز الایمان اور قادیانی تراجم کے مصادر کا تقابلی مطالعہ
- حجۃ الاسلام اور اسلامی سیاست کا تصور
- عہد اعلیٰ حضرت کے ایک مایۂ ناز منظری طالب علم
- خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
- قضیۂ فلسطین اور یہود و نصاریٰ کی ریشہ دوانیاں

مدیر اعلیٰ
(مولانا) محمد سبحان رضا خاں "سبحانی میاں"

قوم کے نام ایک مخلصانہ پیغام

حامداً و مصلیا و مسلما!

اس وقت ہندوستان کے مسلم مخالف حالات سبھی کے سامنے بالکل ظاہر و باہر ہیں، ہر آنے والا دن یہاں کے مسلمانوں کے لیے سخت ترین تکالیف، مصائب، آزمائش اور مشکلات لے کر آ رہا ہے۔ اب تک ہماری جان، مال، عزت و آبرو اور ہمارے مقامات مقدسہ کو نقصان پہنچایا جا رہا تھا۔ مگر اب براہ راست ہمارے دین و مذہب اور ہماری شریعت پر حملے کر کے ہمارے دینی و مذہبی جذبات کو سخت قسم کی ٹھیس پہنچائی جا رہی ہے۔ مسلمانوں کو دینی و مذہبی اور دنیوی ہر طرح کا نقصان پہنچایا جا رہا ہے۔ بلکہ اب تو نہایت منصوبہ بندی کے ساتھ ہندوستانی مسلمانوں کو لا دینیت اور مشرکانہ رسم و رواج کی بھٹی میں جھونکنے کی برابر کوششیں کی جارہی ہیں۔ تشویش کی بات تو یہ ہے کہ اسلام مخالف، مسلمان مخالف اور شریعت مخالف یہ تمام شاطرانہ منصوبہ بندیاں ملکی سسٹم پر قابض دنیوی طاقت و اقتدار کے نشے میں چور افراد کی سرپرستی و سربراہی میں انجام پا رہی ہیں۔

ہماری مسجدوں، ہمارے جلسوں، ہمارے اداروں اور ہمارے معاشرہ پر خفیہ ایجنسیوں کے ذریعہ سخت ترین نگرانی کرائی جارہی ہے۔ ہم کیا بول رہے ہیں، کیا لکھ رہے ہیں، کیا تقریریں کر رہے ہیں، کیا باتیں کر رہے ہیں، اپنی جان و مال اور دین و مذہب کے تحفظ کے لیے کیا اقدام کر رہے ہیں ان سب پر حکومت کی ماتحت خفیہ ایجنسیوں کی نہایت گہری نگاہیں مرکوز ہیں۔ دوسری طرف ملک کے اکثریتی طبقہ سے تعلق رکھنے والے جنونی اور مسلمانوں سے سخت ترین بغض و عناد رکھنے والے متعصب افراد ہیں جو بسوں میں، ٹرینوں میں، عوامی جگہوں پر، روڈوں پر، سڑکوں پر، بستیوں میں، محلوں میں اور بازاروں میں مسلمانوں کے مذہبی جذبات بھڑکانے کی پے در پے مذموم کوششیں کر رہے ہیں کہ مسلمان اپنی مدافعت میں کچھ کہیں یا بولیں تو انہیں فتنہ و فساد برپا کرنے کا موقع مل جائے۔ لڑائی جھگڑا کرنے کا بہانہ ہاتھ آجائے۔ اسی طرح مسلمانوں کو جھوٹے مقدموں میں پھسانے اور پولیس کے ذریعہ انہیں برباد کرنے کی بھی مسلسل کوششیں کی جارہی ہیں۔

ان تمام حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہماری اپنی قوم سے یہ اپیل ہے کہ انتہائی صبر و ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے دانشمندی کے ساتھ مسلم مخالف حالات کے تانوں بانوں میں الجھنے سے حتی الامکان پرہیز کریں۔ جہاں بھی ان جنونیوں کے جلوس نکلتے ہوں وہاں سے دور رہیں، اگر یہ آپ سے الجھنے، بحث کرنے، لڑنے جھگڑنے اور مار پیٹ کرنے کی کوشش کریں تو حکمت عملی کے ساتھ وہاں سے ہٹ جائیں۔ ممکن ہو تو خاموشی کے ساتھ مناسب قانونی چارہ جوئی کریں۔ غرض کہ کسی بھی طرح ان کی سازشوں اور منصوبہ بندیوں کا اپنے آپ کو اور اپنے معاشرے کو شکار نہ بننے دیں۔ اس کے ساتھ ہی اپنے دین و مذہب اور اپنی شریعت پر سختی کے ساتھ قائم رہیں کہ بحیثیت مسلمان، مسلمانوں کے لے یہی نجات کی راہ ہے اور یہی فلاح و کامیابی کی شاہراہ۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دین و ایمان، ہماری شریعت اور ہماری قوم کی حفاظت فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

فقیر قادری محمد سبحان رضا خاں سبحانی غفرلہ

United
BAREILLY
(M) 9319623803, 9548639384

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیادگار: امام اہلسنت، مجدد دین وملت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ العزیز

ماہنامہ
اعلیٰ حضرت
بریلی شریف

بفیض روحانی
حجۃ الاسلام حضرت علامہ شاہ
محمد حامد رضا قادری
علیہ الرحمہ

سرپرست روحانی
احسن العلماء حضرت علامہ
سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں
علیہ الرحمہ
مارہرہ شریف

بفیض کرم
مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ
محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری
علیہ الرحمہ

بانی رسالہ
مفسر اعظم حضرت علامہ
محمد ابراہیم رضا قادری
"جیلانی میاں" علیہ الرحمہ

زیر سایۂ کرم
ریحان ملت حضرت علامہ شاہ
محمد ریحان رضا نوری قادری
علیہ الرحمہ

جلد نمبر ۶۳ / شمارہ نمبر ۱۲

جمادی الاولیٰ ۱۴۴۵ھ December
دسمبر ۲۰۲۳ء 2023

مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، شہزادۂ ریحان ملت، حضرت مولانا الحاج الشاہ
محمد سبحان رضا قادری "سبحانی میاں" مدظلہ العالی
سربراہ اعلیٰ خانقاہ رضویہ بریلی شریف

نائب مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ مفتی
محمد احسن رضا قادری مدظلہ العالی
سجادہ نشین خانقاہ رضویہ بریلی شریف

مجلس مشاورت

حضرت مولانا محمد مسعود خوشتر صاحب ماریشس
حضرت مولانا ازہر القادری صاحب لندن
حضرت مولانا صفی احمد صاحب رضوی انگلینڈ
حضرت مولانا محمد فروغ القادری صاحب انگلینڈ
حضرت مولانا محمد محسن صاحب انگلینڈ
حضرت مولانا عبد الجبار صاحب رحمانی پاکستان
حضرت مولانا قاری غلام محی الدین صاحب انگلینڈ
عالی جناب محترم طارق بھٹی صاحب موریشس
عالی جناب الحاج نوشاد علی جواتا، ماریشس
عالی جناب الحاج فضل بھائی، جیولم موریشس

مجلس ادارت

مدیر	حضرت علامہ قاری عبد الرحمٰن خان قادری بریلوی
مدیر اعزازی	حضرت مفتی محمد سلیم بریلوی
مدیر معاون	حضرت مولانا ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطیفی کٹیہاری
مرتب	حضرت مفتی محمد انور علی رضوی بہرائچی
تزئین کار	جناب ماسٹر محمد زبیر رضا خاں بریلوی
کمپوزنگ	جناب مرزا توحید بیگ رضوی

کلام الامام - امام الکلام

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرّہ تیرا
فیض ہے یا شہِ تسنیم نرالا تیرا
آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا
اغنیاء پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا
اصفیا چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستا تیرا
فرش والے تری شوکت کا عُلو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا
آسماں خوان، زمیں خوان، زمانہ مہمان
صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیر
تیری سرکار میں لاتا ہے رضاؔ اس کو شفیع
جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

نوٹ: تمام مشمولات کی صحت و درستگی پر مجلس ادارت کی گہری نظر رہتی ہے پھر بھی اگر کوئی شرعی غلطی راہ پا جائے تو آگاہ فرما کر اجر کے مستحق بنیں۔ انشاءاللہ تعالیٰ کسی قریبی شمارے میں تصحیح کر دی جائیگی۔

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

ماہنامہ اعلیٰ حضرت
۸۴/ سوداگران بریلی شریف

Monthly Alahazrat
84, Saudagran, Bareilly Sharif
Pin-243003
Contact No.
(+91)-0581- 2575683,
2555624 (Fax) 2574627
(Mob) (+91)-9359103539
E-mail:mahanamaalahazrat@gmail.com
E-mail:subhanimian@yahoo.co.in

ماہنامہ اعلیٰ حضرت انٹرنیٹ پر پڑھنے کے لئے
visit us: www.aalahazrat.in

چیک یا ڈرافٹ بنام
MAHNAMA ALA HAZRAT
A/c No.
0043002100043696
Punjab National Bank Civil Lines Bareilly

زر سالانہ ممبر شپ

فی شمارہ:	-/35
زر سالانہ:	-/350
بیرون ملک:	$35 / امریکی ڈالر

کسی بھی قسم کی قانونی چارہ جوئی بریلی کورٹ ہی میں قابل سماعت ہوگی (ادارہ)

پرنٹر، پبلیشر، پروپرائٹر اور ایڈیٹر "مولانا سبحان رضا خاں" نے رضا برقی پریس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اعلیٰ حضرت سوداگران بریلی شریف سے شائع کیا۔

نوٹ: ادارہ کا مراسلہ نگار کی تحریر یا مضمون سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

گوشہ ادارت

۱۔کلام الامام امام الکلام	حسان الہند امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ	۳
۲۔پیغام	حضرت علامہ الحاج محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں	۲
۳۔غزہ میں نسل کشی۔ممالک اسلامیہ کی بے بسی یا بے حسی	اداریہ از قلم مدیر اعزازی محمد سلیم بریلوی	۵

مستقل کالم

۱۔باب التفسیر	مولانا ابرار الحق رحمانی	۱۲
۲۔باب الحدیث	حضرت علامہ الحاج محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں	۱۳
۳۔فتاویٰ منظر اسلام	حضرت علامہ مفتی محمد احسن رضا قادری	۱۴

خوان مضامین

۱۔کتاب حیات حجۃ الاسلام اور صاحب کتاب پر ایک نظر	حضرت علامہ مفتی محمد ارسلان رضا قادری	۱۲
۲۔اعلیٰ حضرت کے ایک وہابیت شکن اور دیوبندیت فگن جیالے معاصر	مفتی شمس الہدیٰ خان مصباحی، انگلینڈ	۲۱
۳۔کنز الایمان اور قادیانی تراجم کے مصادر کا تقابلی مطالعہ	پروفیسر دلاور خاں	۲۷
۴۔حجۃ الاسلام اور اسلامی سیاست کا تصور	مفتی محمود احمد رفاقتی	۳۹
۵۔عہد اعلیٰ حضرت کے ایک مایۂ ناز منظری طالب علم	مفتی انور علی رضوی	۴۵
۶۔خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی	مولانا طارق انور مصباحی	۴۹
۷۔قضیۂ فلسطین اور یہود و نصاریٰ کی ریشہ دوانیاں	سید صابر حسین شاہ	۵۷

نعت ومنقبت

۱۔کرم نے آقا کے سب کچھ بحال رکھا ہے (نعت)	مولانا پھول محمد نعمت رضوی	۲۰
۲۔نعت نبی کے عملی کردار	مولانا سلمان فریدی	۲۶
۳۔کب تک (منظوم کلام)	سید عبد الوہاب قادری جامی	۶۰

خبریں

۱۔آہ! میدان تدریس کا شہسوار چلا گیا (انتقال پُر ملال علامہ عبد الشکور)	مفتی محمد سلیم بریلوی	۶۱
۲۔بریلی شریف میں عرس نوری	محمد اعظم نوری	۴۸

غزہ میں نسل کشی۔ ممالک اسلامیہ کی بے بسی یا بے حسی

اداریہ:۔ مفتی محمد سلیم بریلوی، مدیر اعزازی ماہنامہ اعلیٰ حضرت، استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی شریف

بیت المقدس کے خطہ پر غاصبانہ قبضہ: ۱۹۳۳ء سے لے کر تقریباً ۱۹۴۳ء تک جرمنی اور یورپین ممالک میں بڑے پیمانے پر یہودیوں کا قتل عام ہوا۔ اس نسل کشی میں ''ہٹلر'' اور ''نازیوں'' نے نہایت اہم کردار ادا کیا تھا۔ اس وقت یورپ و جرمنی کا کوئی خطہ، کوئی شہر، کوئی محلّہ اور کوئی گلی ایسی نہ تھی جہاں یہودیوں کا قتل عام نہ ہوا ہو۔ اسی درمیان دوسری جنگ عظیم چھڑ گئی۔ جرمنی اور اس کے حلیف ممالک کو اس جنگ عظیم میں سخت ناکامی اور شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ برطانیہ کے حلیف ممالک کو کامیابی حاصل ہوئی۔ دنیا کے ایک بیشتر حصے پر برطانیہ کی حکومت تھی۔ جنگ عظیم میں کامیابی کے لیے اس نے یہ فیصلہ کیا کہ اپنے غلام ممالک کو آزادی دے کر اپنی وفادار اور کٹھ پتلی حکومتیں وہاں قائم کر دی جائیں۔ اسلامی ممالک بھی برطانیہ کی استعماری طاقت وقوت کے زیر اثر تھے۔ ان ممالک کو بھی پروانۂ آزادی دے کر انگریزوں نے اپنی ماتحت اور زیر اثر حکومتیں یہاں قائم کرادیں۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد ان بڑی طاقتوں نے پوری دنیا پر اپنا اثر و رسوخ قائم کرنے، اپنے تسلط کو برقرار رکھنے اور اپنے مفادات کو قانونی تحفظ فراہم کرنے کے لیے ''اقوام متحدہ'' کے نام سے ایک ایسا ادارہ قائم کیا کہ جس نے اپنے روز قیام ہی سے صرف اور صرف مغربی اور انگریزی بلکہ یوں کہا جائے کہ مسیحی ممالک ہی کے تحفظات و مفادات اور دنیا بھر میں ان کی بالادستی قائم کرنے کا ہی کام کیا ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اقوام متحدہ کے ذریعہ اسلامی دنیا پر ہر ظلم و زیادتی کو انسانیت، حقوق انسانی کی حفاظت اور قانونی کارروائی کا لبادہ اڑھا کر رواں رکھا گیا ہے۔ اس ادارے سے اگر دنیا میں سب سے زیادہ کسی کا نقصان ہوا ہے تو وہ اسلامی دنیا کا نقصان ہے۔

جرمنی اور یورپ کے بیشتر ملک یہودیوں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے پریشان تھے۔ ان کی گندی اور شاطرانہ چالوں کی وجہ سے ان ممالک میں آئے دن انتشار و افتراق برپا رہتا تھا۔ ان کے خلاف پورے یورپ میں نفرت کا بازار گرم تھا۔ جس کی وجہ سے ہر خطہ میں قتل و غارت گری اور خونریزی عام تھی۔ یہودی اور صہیونیت یورپ کے لیے ایک بڑا سر درد تھا جس کی وجہ سے یہاں امن و امان کا قیام نہایت مشکل ترین مرحلہ تھا۔ یورپ نے اس پریشانی کا مستقل علاج یہ ڈھونڈھا کہ اس پوری یہودی لابی کو یورپی دنیا سے ہٹا کر کسی دوسری جگہ بسا دیا جائے۔ اگر یوں کہا جائے کہ ان لوگوں نے یہ منصوبہ بنایا کہ ''اپنے گلے کی مصیبت دوسرے کے گلے ڈال دی جائے'' تو بے جا نہ ہوگا۔

چنانچہ اس سلسلہ میں اقوام متحدہ کا سہارا لے کر ایک تجویز یہ پاس کرالی گئی کہ ان سب کو یورپ سے نکال کر ان کی آبائی سرزمین

بیت المقدس کے خطہ میں انہیں آباد کر دیا جائے۔مصر، جارڈن، لبنان اور شام جیسی اسلامی ریاستوں کے مابین خوشحالی اور امن وامان کی زندگی سے بھرپور نہایت ہی ترقی یافتہ ملک فلسطین کی سرزمین کو اس کے لیے منتخب کیا گیا اور یہ طے کیا گیا کہ اس سرزمین کا ایک تھوڑا سا حصہ ان یہودیوں کی آبادکاری کے لیے دے دیا جائے۔

اس تجویز پر عمل درآمد کے لیے ۱۹۴۸ء میں یورپی ممالک اور دنیا کے دوسرے خطوں سے تقریباً ساری یہودی برادری کو سرزمین فلسطین پر پہنچایا گیا اور دنیا کو یہ یقین دہانی کرائی گئی کہ زیادہ تر سرزمین فلسطینیوں کی رہے گی اور فلسطین مستقل ایک ملک رہے گا جس کی راجدھانی ''یروشلم'' (سرزمین بیت المقدس) ہوگی۔اس کے برخلاف یہودیوں کو تھوڑی سی زمین دے کر ان کا ایک الگ مستقل ملک بنایا جائے گا جس کی راجدھانی ''تل ابیب'' ہوگی۔

اس طرح دنیا بھر میں بے یارومددگار اور ذلت ورسوائی کی زندگی بسر کرنے والے ان یہودیوں پر رحم کھاتے ہوئے فلسطینیوں نے انہیں رہنے کے لیے اپنی سرزمین دی مگر انہوں نے یہاں آتے ہی خلفشار اور فتنہ وفساد برپا کر دیا۔فلسطینیوں کے گھروں پر قبضہ کر لیا اور انہیں گھر بار چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور کر دیا گیا، اسرائیل کے فوجی دستوں نے یہاں سے فلسطینیوں کو طاقت کے زور پر بھگانا شروع کر دیا۔اس ہولناک ظلم وستم کی پاداش میں اس وقت تقریباً سات لاکھ فلسطینیوں کو اپنا گھر بار، ساز وسامان اور تجارت وکاروبار سب چھوڑ کر فلسطین سے بھاگنا پڑا۔اسی ہلاکت خیزی کو عرب کی تاریخ میں ''نقبہ'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔اقوام متحدہ اور یورپی ملکوں نے ایک بار پھر دنیا سے یہ وعدہ کیا کہ فلسطینیوں کو ان کے چھوڑے ہوئے گھروں پر اور ان خطوں میں بہت جلد آباد کرا دیا جائے گا مگر آج تک اسرائیل نے انہیں یہاں آنے نہ دیا اور یہ لوگ آج تک مصر، لبنان، جارڈن، شام اور دنیا کے دوسرے ممالک میں پناہ گزیں کی حیثیت سے لاچاری کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔دوسری طرف جن خطوں میں فلسطینی رہ گئے تھے وہاں بھی اسرائیل نے امریکہ اور دیگر یورپین ممالک کی مدد سے آہستہ آہستہ قبضہ کرنا شروع کر دیا اور فلسطینیوں کے علاقوں میں بڑے پیمانے پر یہودی بستیاں قائم کر لیں۔آج حال یہ ہے کہ فلسطینیوں کی نہ تو کوئی باقاعدہ حکومت ہے اور نہ ہی کوئی بڑا خطہ ان کے پاس ہے۔۱۹۴۸ء میں یہودیوں کی آبادکاری کے بعد جتنا زمینی خطہ فلسطینیوں کے پاس باقی بچا تھا اس میں سے ۱۵ر فیصد بھی خطہ اس وقت فلسطینیوں کے پاس نہیں ہے۔نہ تو ان کے پاس اپنا کوئی ایئرپورٹ ہے اور نہ ہی اپنی کوئی کرنسی۔مستقل حکومت کے لیے جن بنیادی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ان میں سے ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔دنیا کے نقشے پر ایک یہی ایسا خطہ ہے جو بنا کسی باقاعدہ حکومت کے بیکسی کی زندگی گزار رہا ہے۔نہ اس کے پاس اپنی کوئی فوج ہے اور نہ ہی کوئی حفاظتی دستہ۔نہ اس کے پاس آمدنی کا کوئی ذریعہ ہے اور نہ ہی کوئی ملکی خزانہ۔یہاں کے لوگوں کے پاس نہ تو اپنی کوئی صنعت ہے اور نہ ہی کوئی مستقل روزگار۔یہ پورا خطہ اس وقت دنیا کی خیرات پر زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔

فلسطینیوں پر ظلم وستم: ۱۹۴۸ء ہی سے فلسطینیوں پر متعدد قسم کے ظلم روا رکھے گئے ہیں۔پوری دنیا ان پر ہونے والے ظلم وستم کو

دیکھتی ہے۔ چند مذمتی بیانات جاری کر کے اور فلسطینیوں کی حمایت میں چند گھڑیالو آنسو بہا کر اپنی انسانیت نوازی کا کھوکھلا ثبوت پیش کر دیتی ہے۔اسرائیل کئی دہایوں سے جب چاہتا ہے فلسطینیوں کی بستی میں بے روک ٹوک گھس کر قتل عام شروع کر دیتا ہے۔آئے دن بم باری کر کے ان کے محلے کے محلے اور بستیوں کی بستیاں اجاڑ دیتا ہے۔جب چاہتا ہے ان کی زمینوں پر، ان کے محلوں پر اور ان کی بستیوں پر قبضہ کر کے یہودی بستیاں آباد کر دیتا ہے۔اس طرح ۱۹۴۸ء سے اب تک فلسطینی سمٹتے چلے گئے اور اسرائیل اپنا غاصبانہ قبضہ کر کے اپنا ملکی رقبہ بڑھاتا چلا گیا۔

ایک طرف فلسطین اور فلسطینی اسرائیل ،امریکہ اور دیگر یورپی وانگریز ملکوں کے ظلم وستم کی چکی میں پستے رہے اور اسلامی دنیا بے حسی بلکہ بے بسی کے ساتھ اس ظلم وستم کو دیکھتی رہی۔زیادہ میں زیادہ یہ ہوتا ہے کہ اسلامی ملکوں کی نمائندہ تنظیم ''او آئی سی'' اپنا ہنگامی اجلاس بلا کر مذمتی قرارداد پاس کر دیتی ہے اور چند دکھاوے کے آنسو بہا دیتی ہے۔اس کے علاوہ آج تک یہ اسلامی ممالک فلسطین کے لیے کچھ نہ کر سکے۔اب آپ چاہیں تو اسے ان کی بے بسی کہیں یا ان کی بے حسی۔مگر ہم اتنا ضرور سمجھتے ہیں کہ بے حسی سے زیادہ یہاں بے بسی کارفرما ہے۔کیوں کہ یہ ملک عسکری طاقت وقوت سے عاری ہیں اور امریکہ جیسے ملکوں کے رحم وکرم پر ان کی حکومتیں قائم ہیں۔اگرچہ ان کے پاس مجموعی طور پر اتنی طاقت وقوت تو ضرور ہے کہ یہ اسرائیل جیسے چھوٹے سے ملک اور وہ بھی ایسا ملک کہ جو ان اسلامی ملکوں کے درمیان اس طرح قائم ہے جیسے ''بتیس دانتوں کے درمیان زبان''۔ یہ چاہیں تو چند لمحوں میں اس ملک کو صفحۂ ہستی سے مٹا سکتے ہیں۔مگر اس کے باوجود وہ ان پر غراتا بھی ہے اور بھونکتا بھی ہے بلکہ انہیں کاٹتا بھی ہے۔اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ انہیں اسرائیل سے زیادہ اپنے آقا امریکہ کا خطرہ ہے اور ہوتا بھی یہی ہے کہ جب بھی اسرائیل فلسطینیوں کو اپنے ظلم وستم کا شکار بنانے کا ارادہ کرتا ہے تب ہی امریکہ چاروں طرف سے اپنے جنگی ساز وسامان اور اپنے جدید اسلحوں سے لیس بیڑوں کو اسرائیل کے آس پاس سمندر میں تعینات کر کے ایک آہنی اور مضبوط حصار قائم کر دیتا ہے تا کہ اسلامی ملک ان بیڑوں کے خوف سے فلسطینیوں کی کوئی مدد نہ کر سکیں اور اسرائیل کو کسی طرح کا کوئی عسکری نقصان نہ پہنچا سکیں۔

فلسطین کے تعلق سے ہندوستان کی پالیسی: ۱۹۴۸ء ہی سے ہندوستان کی خارجہ پالیسی فلسطین سے متعلق یہ رہی ہے کہ ہندوستان فلسطین اور فلسطینیوں کا ہمیشہ حامی، دوست اور ہمدرد رہے گا۔وہ فلسطین کو ایک ملک کی حیثیت سے تسلیم کرتا رہے گا۔ہر آڑے وقت میں فلسطینیوں کے ساتھ کھڑا رہے گا۔چنانچہ آج بھی ہمارے ملک ہندوستان کی خارجہ پالیسی یہی ہے۔

غزہ پر حالیہ اسرائیلی حملہ: مورخہ ۷/اکتوبر کو اسرائیل میں ایک مذہبی تقریب تھی۔اسرائیلی اپنی مذہبی تقریب منانے میں مشغول تھے۔اسرائیل میں عام قومی تعطیل تھی کہ اچانک اسرائیل ہی کی مدد سے جنم لینے والے، آزادی فلسطین کی مسلح جدوجہد کرنے والے اور غزہ کے انتظامی امور سنبھالنے کے لیے عام انتخاب میں منتخب ہونے والے معروف جنگجو گروپ ''حماس'' کے جنگجو افراد نے غزہ سے متصل اسرائیلی علاقوں پر حملہ کر دیا۔ایک ہزار سے زائد افراد ان کے اس

حملہ میں مارے گئے اور تقریباً ڈھائی سو اسرائیلیوں کو وہ یرغمال بنا کر غزہ میں واقع اپنی خفیہ کمین گاہوں میں لے گئے ۔ یہ حملہ اتنا اچانک اور غیر متوقع تھا کہ پوری دنیا کے ساتھ خود اسرائیل بھی حواس باختہ ہو کر ششدر و حیران رہ گیا۔ اسرائیل کے حفاظتی دستوں، ڈیفینس سسٹم، خفیہ ایجنسیوں خاص کر ''موساد'' اور اسرائیلی فوج کے نظام کو دنیا کا طاقتور اور بہترین نظام مانا جاتا ہے۔ اسرائیل اپنے حلیف ممالک خاص کر امریکہ و یورپ کی مدد سے اپنے نظام حفاظت پر اربوں، کھربوں ڈالر سالانہ خرچ کرتا ہے۔ اس کے باوجود ''حماس'' کے اتنے منظّم حملہ کی خبر نہ تو اسرائیلی خفیہ ایجنسیوں کو ہوسکی اور نہ ہی اس کا ڈیفینس سسٹم ان حملوں کو روک سکا۔ اسرائیل کے حفاظتی دستے ناکارہ ثابت ہوئے اور اس کی فوج اس وقت بے دست و پا نظر آئی۔ جبکہ اسرائیلی حفاظتی دستوں اور اسرائیل کی عسکری طاقت وقوت کے مقابلہ میں ''حماس'' کی وہ حیثیت بھی نہیں جو پہاڑ کے مقابلہ میں ایک چھوٹے سے پتھر کی ہوتی ہے۔ اس حملہ سے اسرائیل کو بہت خجالت کا سامنا کرنا پڑا اور اس کی عسکری طاقت وقوت کی شہرت کو سخت دھچکا لگا۔ اسرائیلی عوام اپنی حکومت اور اپنی خفیہ ایجنسیوں سے سخت متنفر نظر آنے لگی۔ اسرائیل کے وزیر اعظم ''نتن یاہو'' کی کھلے عام خود اسرائیل ہی میں مذمت ہونے لگی۔ اس لیے اسرائیلی حکام اور اسرائیلی حکومت کو اپنی خجالت مٹانے کے لیے بڑے پیمانے پر غزہ میں عسکری کارروائی کرنے اور فضائی و زمینی حملہ کرنے کا اعلان کرنا پڑا۔

اس طرح ۷/اکتوبر کے بعد سے ہی اس نے غزہ پر فضائی، بحری اور زمینی حملے کرنا شروع کر دیئے۔ دنیا کو تو وہ یہی بتا رہا ہے کہ اس نے ''حماس'' کو ختم کرنے کے لیے غزہ پر بڑے پیمانے پر حملے کئے ہیں مگر تا دم تحریر حقیقت یہ ہے کہ اس کے ان حملوں میں صرف اور صرف عام شہری ہی ہلاک ہو رہے ہیں جن میں زیادہ تعداد کمسن بچوں اور بے سہارا عورتوں کی ہے۔ اس کے ان حملوں سے عام شہریوں کی آبادیاں، اقوام متحدہ کے رفاہی کیمپ، اسپتال اور اسکول تک محفوظ نہ رہے۔ اسرائیل نے غزہ پر حملہ کرنے کے ساتھ ہی غزہ کو چاروں طرف سے گھیر کر سب سے پہلے اس کا رابطہ پوری دنیا سے منقطع کر دیا۔ غزہ کا محل وقوع چونکہ اس طرح کا ہے کہ اس کے تین طرف کی سرحدیں اسرائیل سے ملتی ہیں اور ایک سرحد مصر سے ملتی ہے جسے ''رفح کراسنگ'' کہا جاتا ہے۔ اسرائیل نے اپنی طرف کی تینوں سرحدیں بلاک کر دیں۔ بجلی و پانی کی سپلائی کو بھی منقطع کر دیا اور ان تینوں سرحدوں سے جانے والے ضروری ساز و سامان کو لے جانے پر پابندی عائد کر دی۔ اسپتالوں کے لیے دواؤں اور دوسری ضروری چیزوں تک کو وہاں لے جانے کی اجازت نہیں۔ غزہ کے لوگ ایک طرف اشیائے خورد و نوش اور اشیائے علاج و معالجہ کے لیے ترس اور تڑپ رہے ہیں تو دوسری طرف اسرائیل کے ہلاکت خیز حملوں سے اپنی جان بچانے کو ادھر ادھر پھر رہے ہیں۔ جو لوگ حملوں سے بچ بھی رہے ہیں تو وہ کھانے پینے کی چیزیں اور علاج و معالجہ نہ ملنے کی وجہ سے ہلاک ہو رہے ہیں۔ اس طرح تا دم تحریر اب تک تقریباً گیارہ ہزار سے زیادہ غزہ کے لوگ مارے جا چکے ہیں جن میں تقریباً ساڑھے چار ہزار کمسن بچے اور تقریباً تین ہزار خواتین ہیں۔ ہلاک ہونے والوں میں زیادہ تر بچے اور تیس سال کے اندر کے نوجوان ہیں۔ پوری دنیا اسرائیل کو جنگی قوانین کی خلاف ورزی نہ کرنے کی تنبیہ کر رہی ہے۔ جنگ بندی کی اپیلیں کی جا رہی ہیں مگر

اسرائیل اس وقت کسی کی نہیں سن رہا۔اس نے اس وقت غزہ کو شمالی غزہ اور جنوبی غزہ دو حصوں میں بانٹ دیا ہے۔کم رقبے اور زیادہ آبادی پر مشتمل غزہ کو ''کھلی جیل'' کہا جاتا ہے جہاں زندگی گزارنے کی واجبی اور بنیادی سہولیات پہلے ہی سے مفقود تھیں اس پر مستزاد یہ کہ ان حملوں نے ان کی زندگی کو تہ و بالا کر دیا۔غزہ کے لاکھوں شہری اپنا گھر بار چھوڑ کر جنگلوں، بیابانوں، جنوبی غزہ اور رفح کراسنگ کے خطوں کی خاک چھانتے پھر رہے ہیں۔اپنی اور اپنی آل واولاد کی جان بچانے کو اِدھر سے اُدھر بھاگے بھاگے پھر رہے ہیں۔ان بے یارومددگار لوگوں کا نہ کوئی پرسان حال ہے اور نہ ہی مضبوطی کے ساتھ ان کی حمایت میں کوئی کھڑا ہونے والا ہے۔پوری دنیا اپنے اپنے سیاسی مفادات وتعلقات کے اعتبار سے محض بیان بازی کر رہی ہے۔کچھ ممالک رسمی طور پر غزہ کے لوگوں کے لیے راحت کا ساز وسامان بھیجنے کی وکالت کر رہے ہیں۔حالانکہ جب آسمان سے لاکھوں ٹن گولا وبارود برس رہا ہو اور زمین سے آگ کے شعلے توپوں کے ذریعہ برسائے جا رہے ہوں ایسے میں ان کے لیے اس راحت کے ساز و سامان کی کیا حیثیت ہے؟ اور اس سے انہیں کیا فائدہ حاصل ہونے والا ہے۔جب جان ہی محفوظ نہیں تو یہ ساز وسامان کس کام کا۔

غزہ والوں کو انگریزی ملکوں اور عالمی طاقتوں سے شاید کوئی شکوہ نہ ہو کیونکہ آج ان کی اس حالت کے ذمہ دار یہی ممالک اور ان کو اس حالت تک پہنچانے والی یہی عالمی طاقتیں ہیں۔یہاں کے کمسن بچوں اور بے یارومددگار بیواؤں کو اگر شکوہ ہے تو اسلامی ملکوں سے۔انہیں سب سے زیادہ اگر شکایت ہے تو عربوں سے۔انہیں اگر تکلیف ہے تو سعودی عرب کے خاموش تماشائی بنے رہنے پر۔

قضیۂ فلسطین عالمی سیاست کا شکار: جس طرح ہمارے یہاں قضیۂ کشمیر عالمی سیاست کا شکار ہو کر ہندوستان اور پاکستان کے اختلاف وعداوت کا سبب بنا اسی طرح فلسطین کا قضیہ بھی عالمی سیاست کا شکار ہو کر اس کے اطراف میں واقع ملکوں پر حکمرانی کرنے والوں پر اپنی بالادستی قائم کرنے کا بہترین ہتھیار بنا۔فلسطین کے نام پر عالمی سطح پر دہائیوں سے سیاست کی جا رہی ہے۔فلسطین کے نام پر بہت سے ملکوں نے اپنا مفاد تو حاصل کیا مگر فلسطینیوں کو سوائے نقصان کے آج تک کچھ بھی حاصل نہ ہو سکا۔اگر حالیہ واقعہ کا تجزیہ کیا جائے تو یہ کہا جانا بالکل بے جا نہ ہوگا کہ غزہ اور غزہ کے لوگوں کا عالمی طاقتوں نے آپس میں سودا کر لیا ہے۔اس کے پس پردہ اگر ہم جھانک کر دیکھیں تو ہمیں نہایت ہی ہولناک اور مکروہ سازش نظر آئے گی۔چونکہ یہ پورا خطہ اسلامی ملکوں کی آماجگاہ ہے۔ایک طرف اس خطہ پر سعودی عرب اپنی بالادستی قائم رکھنا چاہتا ہے تو دوسری طرف ایران اپنے آپ کو یہاں کا سب سے بڑا ہمدرد اور مسیحا بنا کر پیش کرنے کا خواہاں ہے۔سعودی عرب اور اس کے حلیف ممالک یہاں وہابیت کی بالادستی قائم رکھنے کے خواہاں ہیں تو ایران ان خطوں میں رافضیت کو فروغ دینے کی منصوبہ بندی کر رہا ہے۔اسرائیل پر حماس کے حملے اور اس کے بدلے میں انتقامی جذبے میں چور ہو کر غزہ پر اسرائیلی حملوں کے بیچ ایران اور اس کی ہمنوا جنگجو تنظیموں نے جو بیان بازیاں کی ہیں اس سے یہ نتیجہ بآسانی برآمد کیا جا سکتا ہے کہ اس وقت سعودی عرب اور اس کے حلیف ممالک بیک فٹ/حاشیہ پر آچکے ہیں۔اس وقت ہر طرف ایران، لبنان کی ''حزب اللہ'' اور

یمن کی ’’حوثی‘‘ جیسی اس کی حلیف جنگجو تنظیموں کی تعریف وتوصیف ہو رہی ہے حالانکہ اگر ہم گہرائی میں جا کر تجزیہ کریں تو ہمیں یہ بھی احساس وادراک ہوتا ہے کہ اس وقت غزہ عالمی طاقتوں کی سازش کا شکار ہونے کے ساتھ ایران کی بھی شاطرانہ سازش کا شکار ہوا ہے۔

یہ بات سبھی لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ عالم اسلام کو اور اسلامی سلطنتوں کو سب سے زیادہ نقصان رافضی فتنے سے پہنچا ہے۔ہمیں ایسا لگتا ہے کہ غزہ کے حالیہ معاملہ میں بھی ایران نے اپنی اسی رافضیت زدہ سوچ کے تحت ایک منظّم اور شاطرانہ منصوبہ بندی سے کام لیتے ہوئے ایک تیر سے کئی شکار کئے ہیں۔ایک طرف اس نے حالیہ قضیہ میں ’’حماس‘‘ کو اپنی مدد اور اپنی حمایت کی یقین دہانی کرا کرا یسے حالات پیدا کئے کہ اس نے اسرائیل پر ۷/اکتوبر کو غیر متوقع انداز میں حملہ کر دیا۔دوسری طرف اس کی پاداش میں اسرائیل جب ایک خونخوار بھیڑیے کے مثل غزہ والوں پر حملہ آور ہوا تو حزب اللہ اور حوثی جیسی اپنی حلیف رافضی تنظیموں سے حماس اور غزہ کی حمایت میں چند چھوٹے موٹے حملے کرا کر نیز اپنی طرف سے حماس و غزہ کی حمایت میں بیان جاری کر کیا ایران نے اسلامی دنیا میں اپنے آپ کو ہیرو بنا کر پیش کر دیا اور عالم اسلام کو یہ باور کرایا کہ ایران ہی اس وقت اسلامی دنیا کا سب سے پاورفل اور مسلمانوں کا سب سے ہمدرد ملک ہے۔وہیں اس نے یہ بھی تاثر پیش کیا کہ وہی اس وقت عالم اسلام کی قیادت کرنے کا مستحق ہے۔تیسری طرف اس نے سعودی عرب اور اس کے حلیف ممالک کو سخت کشمکش سے دوچار کر دیا کہ ان کے لیے اب ان تازہ ترین حالات میں مشکل یہ آپڑی کہ حماس اور غزہ کی حمایت میں کھڑے ہو کر اسرائیل کو سبق سکھانے کی کوشش کرتے ہیں تو امریکہ جیسے ممالک ان کے دشمن بن جائیں گے اور اگر خاموش تماشائی بنے رہتے ہیں تو اسلامی دنیا سے ان کی بالادستی ختم ہو جائے گی اور عالم اسلام ان کے منھ پر تھوکنے لگے گا۔ اسرائیل کی یہ پالیسی اتنی کارگر ثابت ہوئی کہ اس وقت پورا عرب خطہ بیک فٹ اور حاشیہ پر نظر آرہا ہے اور عالم اسلام کے عوام وخواص ان سے سخت متنفر ہو کر ان کی مذمت کر رہے ہیں۔

یہ تو تھا اسلامی ممالک کے مابین بالادستی قائم کرنے کے جذبۂ مسابقت کا ایک سرسری سا تجزیہ لیکن اگر ہم عالمی سیاست اور عالمی طاقتوں کا تجزیہ کریں تو ہم یہ نتیجہ بآسانی اخذ کر سکتے ہیں کہ یہاں بھی مسئلہ فلسطین دو عالمی طاقتوں کے مابین اپنے آپ کو سب سے طاقتور اور سپر پاور دکھانے کی ہوڑ کا محض ایک کھلونہ ہے۔چونکہ ایشیائے وسطیٰ پر ایک طرف امریکہ اور اس کے حلیف ممالک اپنی بالادستی قائم رکھنا چاہتے ہیں تو دوسری طرف روس اور چین جیسی عالمی طاقتیں ہیں جو مڈل ایسٹ میں اپنا اثر ورسوخ ختم ہوتے نہیں دیکھ سکتیں۔فلسطین اور غزہ اس وقت ان ہی عالمی طاقتوں کی آپسی رسہ کشی کی ہولناک چکی میں پس رہا ہے اور ان کے ہتھیاروں کے تجربہ کی خونریز تجربہ گاہ بن چکا ہے۔

یہ عالمی طاقتیں ہی عالمی پیمانے پر ہتھیاروں کا کاروبار کرتی ہیں۔روز بروز نت نئے اسلحے اور جدید جنگی آلات تیار کرتی ہیں۔ہم اور آپ یہ بخوبی جانتے ہیں کہ جب تک نئی مصنوعات کی خوبیوں اور خامیوں کو تجربہ کی کسوٹی پر نہ پرکھا جائے اور اس کی کارکردگی کی نمائش نہ کی جائے تو اس وقت تک یہ مصنوعات بازار میں فروخت نہیں ہو پاتیں۔چنانچہ آج نئی مصنوعات کو متعارف کرانے

کے لیے بڑے پیمانے پر نمائشوں کا انعقاد کیا جاتا ہے جن پر کروڑوں، اربوں اور کھربوں روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔اسی ضابطہ کے تحت ہتھیاروں، اسلحوں اور جدید جنگی ساز و سامان کی تجارت بھی بڑے پیمانے پر ایسی نمائش کی متقاضی ہے کہ جس میں دنیا کے سارے ملک یہ دیکھ لیں کہ کس عالمی طاقت کے جنگی ساز و سامان زیادہ کارگر ہیں، کس جگہ اور کس خطہ و ملک کو خطرات لاحق ہیں یہ بھی باور کرانا ضروری ہے تاکہ وہ اس بات پر مجبور ہو جائیں کہ ہمیں بھی جنگی ساز و سامان کی ذخیرہ اندوزی کرنا چاہیئے اور یہ بھی وہ فیصلہ کر سکیں کہ کس عالمی طاقت سے وہ جنگی ساز و سامان خریدیں۔ظاہری بات ہے کہ اس کے لیے انہیں ایک تجربہ گاہ کی اور ایک نمائش گاہ کی ضرورت پڑتی ہے۔اس کے لیے وہ دنیا کے کمزور اور کم ترین خطوں کا انتخاب کرتے ہیں جو اس وقت فلسطین اور فلسطینیوں سے بہتر کوئی اور دوسرا کہاں مل سکتا ہے؟ اس لیے اس ''نورا کشتی'' کا شکار فلسطین اور فلسطینی بن رہے ہیں۔

کئی دہائیوں سے یہ کھیل یوں ہی چل رہا ہے۔فلسطینی اپنی سرزمین سے یوں ہی ہاتھ دھوتے رہیں گے اور ان کے بچے، نوجوان، بوڑھے اور عورتیں اسی طرح مرتے رہیں گے۔یہ مسئلہ نہ کل سلجھا تھا، نہ آج سلجھا ہے اور نہ مستقبل میں اس کے سلجھنے کی کوئی امید دکھائی دیتی ہے۔ہر اسرائیلی حملہ میں یہ مرتے رہیں گے اور جو بچ جائیں گے وہ اپنی سرزمین چھوڑ کر بھاگتے رہیں گے۔اسرائیل اپنے ہر حملہ کے بعد ان کی زمین پر یوں ہی قبضہ کرتا رہے گا۔یہی ۱۹۴۸ء سے ہوتا چلا آ رہا ہے۔اسلامی ملکوں کی بے بسی اور بے حسی ایک دن فلسطین اور فلسطینیوں کا خاتمہ کر کے رہے گی۔اقوام متحدہ اور دیگر عالمی طاقتیں صرف مذمتی قرارداد یں پاس کرتی رہ جائیں گی اور ایک دن عالمی منظر نامہ سے فلسطین کا وجود ہی غائب ہو جائے گا۔

قضیہ فلسطین اور اس کا حل: اس کے حل کی ایک ہی صورت ہے کہ اسلامی ملک، دنیا کے دیگر غیر جانب دار ممالک کو ساتھ لے کر عالمی طاقتوں پر یہ دباؤ بنائیں کہ وہ دو قومی نظریہ کے تحت فلسطینیوں کے لیے ایک خود مختار اور پُر امن حکومت و ملک کے قیام کی راہ ہموار کریں۔اس خطہ میں ہونے والی خونریزی کو بند کرائیں۔

ایسا نہیں ہے کہ صرف فلسطینی ہی بے چین اور مضطرب ہیں بلکہ جہاں فلسطینی بے سکون ہیں تو وہیں اسرائیلی بھی سکون سے نہیں ہیں۔انہیں بھی ہر وقت آزادی فلسطین کی جنگ لڑنے والے مسلح جنگجو گروپ کے حملوں کا ڈر ستا تا رہتا ہے۔اس لیے دونوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ سرحدیں متعین ہوں، فلسطینیوں کو ان کی مغصوبہ زمین واپس کی جائے، عالمی طاقتیں اور دنیا کے دیگر ممالک مل کر ایک مستقل ملک کا قیام کریں، باہمی امداد کے ساتھ عالمی سطح پر اسے مضبوط بنائیں، اسرائیل میں رہ رہے فلسطینیوں کو ان کے ملک میں آباد کرائیں اور دوسرے ملکوں میں پناہ گزیں حیثیت سے رہ رہے فلسطینیوں کو وہاں سے واپس لا کر ان کے ملک میں جگہ دلائیں۔

اس طرح دونوں ہی ملک امن و شانتی کے ساتھ رہ سکتے ہیں اور ایشیائے وسطیٰ میں امن و امان قائم رہ سکتا ہے۔لیکن یہ سب ہوگا تب ہی جب اسلامی ملکوں کے ساتھ عالمی طاقتیں اخلاص کے ساتھ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے کوشاں ہوں۔

اللہ رب العزت فلسطینیوں خاص کر غزہ کے عام شہریوں، کمسن بچوں، بے سہارا یتیموں، لاچار بیواؤں اور سسکتے ہوئے لوگوں کی مدد فرمائے۔آمین

ترجمہ: مجدد اعظم اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ

باب التفسیر

تفسیر: صدرالافاضل حضرت علامہ سیدنا نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ

پیش کش: مولانا ابرارالحق رحمانی مدھوبنی

ترجمہ: -اے ایمان والو! یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ ۱۳۲ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں ۱۳۳ اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ ان ہی میں سے ہے۔ ۱۳۴ بے شک اللہ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا ۱۳۵

(سورۂ مائدہ پ ۶ رکوع ۱۲ آیت ۵۲)

تفسیر: ۱۳۲ مسئلہ: اس آیت میں یہود ونصاریٰ کے ساتھ دوستی وموالات یعنی ان کی مدد کرنا اور ان سے مدد چاہنا، ان کے ساتھ محبت کے روابط رکھنا ممنوع فرمایا گیا۔ یہ حکم عام ہے اگرچہ آیت کا نزول کسی خاص واقعہ میں ہوا ہو۔ **شان نزول**: یہ آیت حضرت عبادہ بن صامت صحابی اور عبداللہ بن اُبی بن سلول کے حق میں نازل ہوئی جو منافقین کا سردار تھا۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہود میں میرے بہت کثیر التعداد دوست ہیں جو بڑی شوکت وقوت والے ہیں۔ اب میں ان کی دوستی سے بیزار ہوں اور اللہ و رسول کے سوا میرے دل میں اور کسی کی محبت کی گنجائش نہیں۔ اس پر عبداللہ بن اُبی نے کہا کہ میں تو یہود کی دوستی سے بیزاری نہیں کر سکتا (کہ) مجھے پیش آنے والے حوادث کا اندیشہ ہے اور مجھے ان کے ساتھ رسم وراہ رکھنی ضرور ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ یہود کی دوستی کا دم بھرنا تیرا ہی کام ہے، عبادہ کا یہ کام نہیں۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (خازن) ۱۳۳ اس سے معلوم ہوا کہ کافر کوئی بھی ہوں، ان میں باہم کتنے ہی اختلاف ہوں، مسلمانوں کے مقابلہ میں وہ سب ایک ہیں ''الکفر ملة واحدة'' (مدارک) ۱۳۴ اس میں بہت شدت وتاکید ہے کہ مسلمانوں پر یہود ونصاریٰ اور ہر مخالف دین اسلام سے علیحدگی اور جدا رہنا واجب ہے۔ (مدارک وخازن) ۱۳۵ جو کافروں سے دوستی کرکے اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا کاتب نصرانی تھا۔ حضرت امیرالمؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ نصرانی سے کیا واسطہ؟ تم نے یہ آیت نہیں سنی ''یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا الیھود'' الآیۃ۔ انہوں نے عرض کیا: اس کا دین اس کے ساتھ، مجھے تو اس کی کتابت سے غرض ہے۔ امیرالمؤمنین نے فرمایا کہ اللہ نے انہیں ذلیل کیا، انہیں عزت نہ دو۔ اللہ نے انہیں دور کیا، تم انہیں قریب نہ کرو۔ حضرت ابوموسیٰ نے عرض کیا کہ بغیر اس کے حکومت بصرہ کا کام چلانا دشوار ہے یعنی اس ضرورت سے بمجبوری اس کو رکھا ہے کہ اس قابلیت کا دوسرا آدمی مسلمانوں میں نہیں ملتا۔ اس پر حضرت امیرالمؤمنین نے فرمایا: نصرانی مر گیا۔ والسلام۔ یعنی فرض کرو کہ وہ مر گیا اس وقت جو انتظام کرو گے وہی اب کرو اور اس سے ہرگز کام نہ لو۔ یہ آخری بات ہے۔

(خازن)

گلدستۂ احادیث

ترتیب وانتخاب: نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا الحاج الشاہ **محمد سبحان رضا سبحانی میاں** مدظلہ العالی
سربراہ اعلیٰ خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ رضا نگر ،سوداگران بریلی شریف

نعت رسول

رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف کرنے اوران کے کمالات وخوبیوں کو بیان کرنے کا نام نعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے جس کے استحسان پر کتاب وسنت ناطق اور سلف وخلف کا اجماع ہے۔جس کے بیشمار شواہد ونظائر موجود ہیں اس سلسلہ میں ایک حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں:

حدیث: عن سعید بن المسیب قال: مر عمر فی المسجد وحسان ینشد فقال: کنت انشد فیه وفیه من هو خیر منك ثم التفت الی ابی هریرة فقال: انشدك بالله ،اسمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول اجب عنی۔ اللهم ایده بروح القدس۔(صحیح البخاری)

ترجمہ:حضرت سعید بن مسیّب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں تشریف لائے اور حضرت حسان اشعار نعت پڑھ رہے تھے،انہوں نے ان کی طرف ترچھی نگاہوں سے دیکھا،تو حضرت حسان نے کہا کہ میں مسجد نبوی میں اشعار نعت پڑھا کرتا تھا حالانکہ یہاں آپ سے افضل رسول مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے۔پھر حضرت حسان نے حضرت ابو ہریرہ کی طرف چہرہ کرکے فرمایا کہ میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حسان میری طرف سے جواب دو۔اے اللہ! روح القدس حضرت جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اس کی مدد فرما۔تو انہوں نے فرمایاہاں میں نے سنا ہے۔

عن عائشة قالت: کان النبی صلی الله علیه وسلم یضع لحسان منبرا فی المسجد،یقوم علیه قائما، یفاخر عن رسول الله صلی الله علیه وسلم او قالت: ینافح عن رسول الله صلی الله علیه وسلم ویقول رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله یوید حسان بروح القدس ما یفاخر او ینافح عن رسول الله صلی الله علیه وسلم۔(جامع الترمذی)

ترجمہ:ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حسان بن ثابت کے لیے مسجد میں منبر رکھتے جس پر کھڑے ہوکر وہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کمالات اور فضائل فخر کے ساتھ بیان کرتے اور گستاخان رسول سے حضور کا دفاع فرماتے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جب تک حسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مفاخر بیان کرتا ہے اور دفاع کرتا ہے اللہ تعالیٰ روح القدس یعنی جبرئیل امین کے ذریعے اس کی تائید فرماتا ہے۔

تشریح: ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف بیان کرنا اوران کے کمالات کا اظہار کرنا نیز آقا کے گستاخوں کی گستاخیوں سے ناموس رسالت کا تحفظ کرنا ایک ایسا مستحسن اور باعظمت کام ہے کہ سید الملائکہ حضرت جبرئیل امین اس کے اس کارخیر کرنے والے کے موید ہوتے ہیں،آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے خوش ہوتے ہیں اور جس سے آقا خوش ہوں اس سے رب العالمین راضی ہوتا ہے اور جس سے رب العالمین راضی ہو اس کی دنیا وآخرت بھلی ہوتی ہے۔

فتاویٰ منظر اسلام

ترتیب، تخریج ، تحقیق:- حضرت علامہ مفتی محمد احسن رضا قادری، سجادہ نشین درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

داڑھی یک مشت رکھنا چاہیے

علمائے دین شرع متین کیا فرماتے ہیں کہ ایک داڑھی منڈے یا خشخشی والے کو سمجھایا کہ بھائی جو فعل سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو اور اپنی امت کو بہت جگہ منع کیا ہو پھر بھی کرو تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہوگی۔اس شخص نے جواب دیا کہ یہ سنت ہے؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ہمیشہ کٹی ہوئی چھوٹی رہتی تھی۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جہاد میں صحابہ کرام کو کٹانے کا حکم دیا تھا۔اتنی رہنا چاہئے کہ چالیس قدم کے فاصلے سے مسلمان معلوم پڑے۔جواب مستند، صحیح عنایت فرمانے کی زحمت فرمائیے گا۔

سائل حاجی فخر الدین

پیش امام بازار والی مسجد، قصبہ دھونرا ضلع بریلی شریف

الجواب۔ اللھم ھدایة الحق والصواب: **داڑھی بقدر یک مشت رکھنا سنت** خیر الانام علیه التحیة والسلام ہے۔اس سے کم کرانا یا منڈانا حرام ہے۔"درمختار" میں ہے:والسنة فیھا القبضة اسی میں ہے:یحرم علی الرجل قطع لحیته اسی طرح "بحرالرائق" اور "فتح القدیر" وغیرہ کتب معتمدہ میں یک مشت داڑھی کو مسنون بتایا ہے اور یہی احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حلیۂ مبارکہ یوں بیان فرماتے ہیں:کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم احسن الناس قواما واحسن الناس وجھا واطیب الناس ریحا والین الناس کفا وکانت له جمة الی شحمة اذنیه وکانت لحیته قد ملأت من ھھنا الی ھھنا وامر یدیه علی عارضیه اور شفا شریف میں ہے:انه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم کان کث اللحیة تملأ صدره یعنی حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی داڑھی گھنی تھی کہ سینہ منور کو بھری ہوئی تھی۔اس حدیث کو امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے پندرہ صحابیوں سے نقل کیا ہے اور احیائے علوم الدین میں امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ فرماتے ہیں:ان للہ ملائکة یقسمون: والذی زین بنی آدم باللحی۔وفی وصف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم انه کان کث اللحیة وکذالك ابو بکر وکان عثمان طویل اللحیة دقیقھا وکان علی عریض اللحیة قد ملأت ما بین منکبیه یعنی بیشک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو یوں قسم کھاتے ہیں:قسم اس ذات کی جس نے بنی آدم کو داڑھی سے مزین فرمایا۔اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حلیۂ مبارکہ میں مشہور ہے کہ آپ کی ریش مبارک خوب گھنی تھی اور ایسی ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان غنی کی دراز اور باریک تھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی داڑھی چوڑی تھی جو سارا سینہ بھری ہوئی تھی۔اسی میں ہے:ومن البدیع المحدثة اثنا عشرة خصلة من ذالك النقصان منھا وذلك مثلة وذکر من جماعة ان ھذا من اشراط الساعة انتھی۔ملخصاً یعنی نو پیدا

بدعتوں میں بارہ چیزیں ہیں جن کو لوگوں نے خلاف سنت نکالا ہے اور ایجاد کیا ہے منجملہ ان بارہ کے ایک داڑھی کا کم کرانا ہے اور یہ مثلہ ہے یعنی صورت بگاڑنی اور یہ بات قیامت کی نشانیوں میں سے ہے اور ''مدارج النبوۃ'' میں ہے: لحیۃ امیر المومنین علی پُرمی کرد سینہ را وھم چنیں لحیۂ امیر المومنین عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنھم یعنی امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی ریش مبارک سینہ کو بھرے ہوئی تھی اور ایسے ہی عمر فاروق وعثمانی غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ریش مبارک۔

ان نقول سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات خلفائے راشدین کی جانب یہ نسبت کہ وہ داڑھیاں کترواتے تھے اور حد مسنون یکمشت سے کم رکھتے تھے محض غلط و باطل ہے اور افترا و بہتان ہے۔ بعض صحابۂ کرام سے جو قطع لحیہ مروی ہے وہ حد مسنون سے زائد کے بارے میں ہے۔ ''ردالمحتار'' میں ہے: قولہ والسنۃ فیھا القبضۃ وھوا ان یقبض الرجل لحیتہ فما زاد منھا علی قبضۃ قطعہ کما ذکر محمد فی کتاب الآثار عن الامام قال وبہ ناخذ محیط یعنی قبضہ کی مقدار یہ ہے کہ مرد اپنی داڑھی مشت بھر، لے پھر جو زائد ہو وہ کاٹ دے ایسا ہی امام محمد نے ''کتاب الآثار'' میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ذکر فرمایا اور فرمایا: اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں (محیط) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم غفرلہ القوی

۲۹رشوال المکرّم ۱۳۹۵ھ

☆

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک شخص جس کی داڑھی خشخشی تھی اس نے اذان پڑھ دی پھر امام کے پیچھے تکبیر کہنے کو کھڑا ہوا تو امام صاحب نے اس آدمی کو ہٹا دیا اور اس سے کہا تمہارا پڑھنا جائز نہیں۔ لہٰذا بغیر داڑھی والے کو اذان یا تکبیر پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اور نابالغ بچوں سے اذان پڑھوانا درست ہے یا نہیں؟

(۲) ہماری مسجد کے امام صاحب جب بیٹھ کر نفل ادا کرتے ہیں تو رکوع میں اتنا جھکتے ہیں کہ ان کا سر زمین کے قریب ہو جاتا ہے۔ جب ان سے منع کیا گیا تو پھر بھی وہ اسی طرح ادا کرتے ہیں۔ براہ کرم جواب سے مطلع فرمائیں۔

سائل محمد کلّو

مقام ڈنڈیا بھیم چند، بہیڑی ضلع بریلی شریف

الجواب: (۱) جس کی داڑھی حد شرع سے کم ہے یا منڈی ہوئی ہے وہ فاسق معلن ہے، اس کی اذان مکروہ ہے اور اس کا اعادہ کیا جائے۔ امام صاحب نے منع کر دیا تو کوئی الزام نہیں۔ ایسے بچے جو نا سمجھ نہ ہوں اور اذان صحیح طور سے کہہ سکتے ہیں تو ان سے اذان دلوانے میں حرج نہیں جبکہ اور کوئی وجہ نہ ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) بیٹھ کر رکوع میں اتنا جھکے کہ پیشانی گھٹنوں کے محاذی ہو جائے جیسا امام صاحب جھکتے ہیں اس سے کم جھکنا چاہئے۔ والمولیٰ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم غفرلہ القوی

دارالافتاء منظر اسلام محلّہ سوداگران بریلی شریف

یکم ذیقعدہ ۱۳۹۵ھ

کتاب ''حیات حجۃ الاسلام'' اور صاحب کتاب پر ایک نظر

از۔نبیرۂ اعلیٰ حضرت،حضرت علامہ مفتی محمد ارسلان رضا خاں قادری ازہری

تقریبات عرس رضوی کے اختتام کے بعد خانقاہ رفاقتی سے ایک صاحب (جن کا نام اس وقت راقم کو یاد نہیں) بحیثیت نمائندۂ خانقاۂ رفاقتی،رضوی دار الافتاء(واقع روبرو مزار اعلیٰ حضرت)فقیر سے ملاقات کے لیے تشریف لائے،آمدن،نشستن و برخاستن ہی نہیں بلکہ قبل برخاستن پیش کردن بھی ہوا یعنی بزم رفاقتی کی اشاعتیں پیش فرمائیں،ان پیش کردہ تصنیفات میں سے جس تصنیف نے کئی دنوں سے میری کامل توجہ اور التفات اپنی طرف مبذول کر رکھی ہے وہ ہے کتاب مستطاب،تصنیف لطیف ''حیات حجۃ الاسلام۔احوال ومحاسن''۔

کتاب کے سرورق پر بحیثیت مصنف ایک ایسی شخصیت کا نام درج ہے جن کے والد ماجد عالم ربانی عارف حقانی کی ذات سے فقیر پہلے سے ہی واقف تھا،مگر مصنف کی اس تصنیف کے مطالعہ و ملاحظہ سے اندازہ ہوا کہ پدرم سلطان بود والا معاملہ نہیں بلکہ ''الولد سر لابیہ'' ہے۔حضرت امین شریعت مفتی رفاقت حسین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی تحریر نظر فقیر سے اب تک نہ گزری تھی،اگرچہ اکابرین سے تذکرہ خوب سن رکھا تھا لیکن:

ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ

مگر اب پھل کو دیکھ کر درخت کی قدر و منزلت کا بھرپور احساس ہو رہا ہے،مسموعہ کی تصدیق وتائید ہو رہی ہے اور بالواسطہ ہی سہی شنیدہ دیدہ ہو رہا ہے۔اس درخت عظیم اور شجرۂ طیبہ کے ثمر دل پذیر ہیں،صاحب کتاب متذکرہ مصنف بے نظیر شہزادۂ امین شریعت حضرت مولانا مفتی محمود احمد صاحب قبلہ رفاقتی علیہ الرحمہ موصوف کی زیر تبصرہ تازہ مطبوعہ کتاب حیات حجۃ الاسلام باعتبار طباعت تو تازہ ترین ہے کہ امسال عرس رضوی میں اشاعت پذیر ہے،مگر باعتبار ترتیب وتدوین قدیم ترین ہے،یعنی آج سے تقریباً ۴۳ر سال قبل ہزاروں ریختہ و منتشر اوراق اور مختلف قلوب و اذہان سے صفحات قرطاس پر یکجا ہو کر مرتب و مدون ہو چکی تھی،مگر تشنہ طباعت و اشاعت تھی۔حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان پر مختلف علما سے مضامین لکھوا کر مجموعہ مقالات شائع کرنے کا خیال تو مصنف کو ۱۹۷۵ء میں آیا تھا،مگر تلخ تجربہ ہوا جس کی وجہ سے کام پورا تو کیا صحیح معنوں میں شروع بھی نہ ہو سکا۔مگر بقول مصنف ''مخدوم ابن المخادیم حضرت مولانا الحاج شاہ محمد ریحان رضا خان رحمانی علیہ الرحمہ کا اصرار جاری رہا''۔(کتاب اگرچہ راقم کے جد کریم چراغ مسند رضویت حضرت ریحان ملت علیہ الرحمت کی تحریک وترغیب،بلکہ اصرار وخواہش سے بہت بعد کو وجود میں آئی،محرک علیہ الرحمہ اس کا دیدار تو نہ فرما سکے مگر نبیرہ اس سے بے حد مستفید ہوا ہے۔)

حضرت ریحان ملت تو وصال فرما گئے تھے مگر ۱۹۸۸ء میں حضرت محبوب الٰہی کی روحانیت اور علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی

تحریک سے مصنف ایک بار پھر اس طرف متوجہ ہوئے، لیکن اب کی بار اکیلے ہی جانب منزل چل پڑے جس میں لوگوں کے ساتھ آنے اور کارواں بننے کی امید بہت کم تھی، کامل تین سال راہ تحقیق وجستجو کے تنہا راہی رہے، جمع احوال کے لیے اپنی حیات مستعار کے ان تین سالوں میں درجنوں اسفار کیے، متعدد لائبریریوں میں چھان بین اور سینکڑوں متعلقہ افراد سے معلومات حاصل کی، انتہائی محنت ومشقت کے بعد حضرت حجۃ الاسلام شیخ الانام کے احوال ومحاسن ومکارم کا ایک مجموعہ مرتب فرمانے میں کامیاب ہو سکے، جو (اتنے مبسوط و مفصل انداز میں) غالباً حضرت حجۃ الاسلام پر اولین کام کا درجہ رکھتا ہے، اور جو ہر لحاظ و جہات سے نہ صرف قابل مطالعہ ہے، بلکہ قابل اعتبار واستناد بھی ہے، بلکہ فی زماننا سلسلہ رضویہ میں منسلک مگر مزاج رضویت سے منحرف بعض حضرات مفرطین کے لیے چشم وا، واجب الملاحظہ ہے۔ (بالخصوص باب سوم کے ص: ۱۱۴، ۱۴۱، ۱۴۶، ۱۵۱، نیز باب چہارم، وباب ششم وبالخصوص باب نہم وغیرہ)

(اگرچہ اس کتاب سے بہت پہلے حضرت علامہ ابراہیم خوشتر علیہ الرحمہ سرکار حجۃ الاسلام کی حیات و خدمات پر ایک کتاب بنام ''تذکرۂ جمیل'' تحریر فرما چکے ہیں جو ہندوستان و پاکستان سے کئی بار شائع ہو چکی ہے۔ صد سالہ عرس رضوی کے موقع پر امام احمد رضا اکیڈمی صالح نگر بریلی شریف نے اس کا نیا ایڈیشن بھی شائع کیا ہے مگر اس کتاب میں اتنی تفصیل نہیں جتنی کہ علامہ رفاقتی صاحب کی ''حیات حجۃ الاسلام'' نامی اس کتاب میں ہے)۔

کتاب کو مصنف نے تین شخصیات کے نام سے معنون فرمایا ہے:

اولاً فخر خاندان رضا حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ۔

ثانیاً شہزادہ ریحان ملت متولی ومہتمم خانقاہ رضویہ حضرت سبحانی میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی۔

ثالثاً واخیراً قائد ملت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ۔

حجۃ الاسلام کے حالات وخدمات کی جمع وترتیب اور اس کی اشاعت کی، جامع حالات علیہ الرحمہ کو اتنی چاہت تھی کہ اس کے لیے انہوں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ فرمایا، کتاب کے پیش گفتار میں اس پر بھرپور روشنی ڈالی ہے، سینکڑوں متعلقہ افراد سے اس زمانے میں خط وکتابت فرمائی۔ اس بات کی تائید حضرت مصنف کے ایک مکتوب گرامی سے بھی ہوتی ہے، جو آپ نے ترتیب کتاب کے سلسلے میں زمانہ تجمیع حالات میں حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کو ارسال فرمایا تھا جس کا عکس من وعن نوادرات تاج الشریعہ میں چھپا ہے، وہ قلمی خط یہاں نقل کیے دیتا ہوں تاکہ کمپوز ہوکر محفوظ ہو جائے:

''مجمع البرکات والخیرات جامع الحسنات حضرت علامہ محمد اختر رضا القادری الرضوی الازہری دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمتہ وبرکاتہ

دو خطوط آں جناب اور مولانا سبحان رضا صاحب کے نام مشترک بھیجا تھا، اب پھر حاضر کرتا ہوں۔

سیدنا الوالد مرشدنا امین شریعت حضرت مولانا شاہ رفاقت حسین قدس سرہ نے فقیر کو امر فرمایا حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے احوال جمع کرو، یہ ۱۹۷۵ء کی بات ہے، حضرت رحمانی میاں علیہ الرحمہ نے بھی خواہش ظاہر فرمائی۔ رسالۂ اعلیٰ حضرت میں بھی شائع ہو گیا، لیکن مکمل سکوت رہا۔ سال گذشتہ شعبان المعظم میں اپنے مرشد کریم کا امر پھر یاد آیا، ان کے کرم کا فیضان ہوا، تلاش شروع ہوئی،

دوسرے ضروری دینی کام کے ساتھ تجسس کا سلسلہ جاری رہا، اب عرض کرتا ہوں، جو اقتباس بطور یادداشت نوٹ کئے جا چکے، کتابی شکل پائیں تو ۳۰۰ رصفحات کو محیط ہوں، جبکہ یادگار رضا بریلی، دبدبۂ سکندری رامپور، سواد اعظم مراد آباد کا ایک شمارہ بھی دیکھنے میں نہیں آیا، جماعت رضائے مصطفیٰ کی روداد اول، دوئم بھی دیکھنے میں نہیں آئی، یقین ہے کہ ان چاروں کے شمارے دیکھنے میں آجائیں تو ۵۰۰ رصفحات ضرور ہو جائیں گے۔

مکرما! آں جناب، حضور حجۃ الاسلام شیخ الانام کے صلبی روحانی علمی یادگار اور ان کے علم وفضل کے وارث و جانشین ہیں، میں ان کے احوال وآثار کو محفوظ کرنے کی سعی کروں اور آں جناب اس عالی مقام مظلوم شخصیت سے عظیم نسبتوں کے باوجود تعاون کا دست کرم نہ بڑھائیں، یہ یقین نہیں آتا۔

(۱) حضرت اقدس حجۃ الاسلام علیہ رحمۃ السلام کے خطوط مبارکہ اگر کچھ اصل ہوں تو ان کی فوٹو کاپی۔

(۲) اردو فارسی عربی کلام اگر بخط شریف ہوں تو اس کی بھی فوٹو کاپی۔ کچھ کلام حاصل کر چکا ہوں، اگر چہ قطعۂ تاریخ ہوں۔

(۳) سد الفرار در مسئلہ اذان ثانی کے سرورق کا فوٹو کاپی، میرے پاس ''اجلی انوار رضا، اجتناب العمال، مراسلات سنت وندوہ'' ہے۔

(۴) حضرت حجۃ الاسلام کو اعلی حضرت نے جو سند فراغت علوم اسلامیہ کی مرحمت فرمائیں اور خلافت نامہ عطا فرمایا، اس کا عکس۔

(۵) حضرت نور العارفین شاہ ابو الحسین احمد نوری علیہ الرحمہ سے متعلق وہ معلومات جن کا تعلق حضرت حجۃ الاسلام سے ہو تحریر فرمائیں، حضرت نور العارفین کی وفات پر اگر حضرت حجۃ الاسلام نے قطعۂ تاریخ لکھا ہو تو اس کی نقل۔

(۶) یادگار رضا سے جملہ معلومات بقیہ شمارہ ماہ وسال وصفحات نقل کروا کر ارسال فرمائیں، حضرت اقدس حجۃ الاسلام کے تلامیذ وخلفا اور احباب خاص کے اسماء ضرور تحریر فرمائیں۔

(۷) حضرت مولانا تحسین رضا خان مدظلہ کو توجہ دلائیں اور صوفی اقبال احمد نوری سے بھی فرمائیں۔

(۸) حضرت نعمانی علیہ الرحمہ کا سال ولادت، تعلم، اساتذہ، سال و ماہ وفات، مقام تدفین، ان کے اخلاف و اولاد کے اسماء تحریر فرمائیں۔ ہر چند کہ اس کام میں محنت اور وقت اور روپئے خرچ ہوں گے لیکن اس میں حصہ لینا آپ کا بھی کام ہے۔ آپ کا رسالہ ''سنی دنیا'' نام سنتا ہوں لیکن آج تک دیکھنے میں نہ آیا، اس میں متواتر اعلان کرائیں کہ احباب اہل سنت متعلقہ معلومات تحریر فرما کر ارسال فرمائیں۔ آپ کے کرم نامہ کا انتظار کرنے کے بعد متعلقہ مواد کی ترتیب وتسوید کا کام شروع ہوگا۔'' فقط والسلام

طالب دعا

فقیر محمود احمد رفاقتی قادری غفرلہ

(نوادرات تاج الشریعہ ص ۲۵۵)

مذکورہ بالا مکتوب سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مصنف علیہ الرحمہ کو کتاب کی ترتیب وتدوین کی کس قدر فکر تھی اور معلومات کے حصول کے لئے کتنی عرق ریزی، جاں فشانی اور صبر آزما دور سے گزرے اور بالآخر جو یندہ یابندہ کے مصداق اس قدر معلومات فراہم فرمادی کہ ناظر یہ کہنے پر مجبور ہے کہ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ کتاب نہایت معلومات افزا تحقیق وتدقیق کا اعلی نمونہ

ہے، کتاب کے مطالعہ سے شدت کے ساتھ یہ احساس بھی ابھرتا ہے کہ صاحب کتاب کو حضرت حجۃ الاسلام سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا، (جیسا کہ ناشر نے بھی اپنے معروضات میں اس بات کا تذکرہ فرمایا ہے) اور وہ اس بات کو سختی سے محسوس کرتے تھے کہ بعض حضرات نے جان بوجھ کر اور دیدہ و دانستہ حضرت ممدوح کی ہمہ جہت و ہمہ گیر شخصیت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

کتاب کے صفحہ ۳۴۰؍ پر شدھی تحریک اور فتنہ ارتداد کے انسداد کے ضمن میں فرماتے ہیں:

''جماعت رضائے مصطفیٰ کا نام اس سلسلہ میں آج بھی صفحات تاریخ میں نمایاں جگہ حاصل کر لیتا ہے، لیکن اس کے عالی مرتبت سرپرست و نگراں حضرت اقدس حضور حجۃ الاسلام کا نام نامی نہیں لکھا جاتا ہے، اگر لکھا بھی جاتا تو سرسری اور ضمنی طریقے پر، اس کی وجہ عدم التفات نہیں، بلکہ بعد میں ذریعہ ابلاغ جن حضرات کی گرفت میں رہا، انہوں نے اپنے اپنے مرکز عقیدت کا نام لینا اور لکھنا ہی مناسب سمجھا''۔

یہی کچھ حال بعد والوں نے ان کے وصی و جانشین کے ساتھ کیا فرق یہ تھا کہ اول الذکر کو پردہ گمنامی میں رکھنے کی کوشش کی اور ثانی الذکر کو نہ صرف گمنام رکھنا چاہا، بلکہ اگر کبھی مجبوراً نام لینا بھی پڑ جاتا تو اس چابک دستی سے ذکر کیا جاتا کہ صاحب تذکرہ کا نام بدنام ہو اور دامن داغ دار۔ پردہ گمنامی میں رکھتے تو بھی صبر تھا افسوس تو اس کا ہے کہ ایسوں کو جب کبھی موقع ملتا تو پردہ بدنامی میں ڈھکیلنے سے بھی گریز نہ کرتے۔

مطالعہ کتاب سے اندازہ ہوا کہ حضرت حجۃ الاسلام و مفتی اعظم علیہما الرحمہ، ان دو بھائیوں کی طبیعت و مزاج، طریقہ دعوت و تبلیغ، انداز و اسلوب اور زاویہ فکر و نظر میں کچھ وہی فرق کہا جا سکتا ہے جو (باختلاف زمانہ) حضرت ریحان ملت و حضرت تاج الشریعہ علیہما الرحمہ دونوں بھائیوں کے درمیان تھا۔ ایک کو اگر مظہر مفتی اعظم کہہ سکتے ہیں تو دوسرے کو بہت سے اوصاف میں مظہر حجۃ الاسلام۔ بہت مشابہات اور مناسبات محسوس ہوئیں۔

ناظرین کو کتاب کے ملاحظے سے اس بات کا بھی عرفان ہوگا کہ حضرت حجۃ الاسلام کے آخری دور میں بعض ناعاقبت اندیش حضرات ان کے موقف کی روح کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ان کے خلاف ہو گئے تھے، ان پر اتہمات و افترآت کا بازار گرم کر دیا گیا تھا۔ اس دور کی تحریرات، اخبارات اور خود حضرت کی عبارتوں سے اس بات کا مکمل اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت علیہ الرحمہ غیر مدبر علما سے بہت نالاں ہو گئے تھے۔ ''فتاوی حامدیہ'' کے بعض فتوے اور زیر تبصرہ کتاب کا باب نہم اس پر شاہد ہے۔ بطور مشتے نمونہ از خروارے چند مثالیں اپنے قارئین کو مطالعۂ کتاب کی تشویق و ترغیب کے لیے قلم بند کر دی گئی ہیں، تفصیل کے لئے اس جہان جہاں آرا کی سیر لابدی ہے، اگر چہ اس عظیم و مظلوم شخصیت کے جو احوال اب تک جمع ہو سکے ہیں وہ قصہ ناتمام سے زیادہ نہیں اور اس ہمہ جہت و ہمہ گیر شخصیت کے شایان نہیں، جس کا خود مصنف علیہ الرحمہ کو اعتراف ہے، ''قلم کا مسافر جس نے تین سال کامل تحقیق و جستجو میں گزارے اور اس کے بعد ترتیب و تدوین کے منازل و مراحل طے کئے پھر بھی بہت سے احوال اور حکایات مہر و وفا لکھنے باقی رہ گئے''۔ (خاتمہ کلام ۵۷۰)

مگر مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ اور شئ خیر من لاشئ

بہر کیف اللہ سبحانہ وتعالیٰ جامع حالات علیہ الرحمۃ والرضوان کی قبر انور پر گہر افشانی کرے اور نئی نسل تک پرانے بزرگوں کے احوال پہنچانے کا نیک صلہ عطا فرمائے۔ فی زمانا یہ کتابیں ہی ہیں جو ملحق الاصاغر بالاکابر کا کام انجام دے سکتی ہیں، ورنہ اس دور قحط الرجال میں ایسے افراد چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی میسر نہیں جو نمونہ اسلاف ہوں۔ اللہ تعالیٰ ذوق وشوق مطالعہ عطا فرمائے۔ ورنہ آج حالت ایں جا رسید کہ

وفا کے تذکرے بس رہ گئے کتابوں میں
ستم تو یہ کہ کتابوں کا بھی دور نہ رہا

ناشرین کتاب اور صاحب کتاب کے اخلاف کو بھی ڈھیر ساری مبارکبادیاں کہ انہوں نے اپنے اسلاف کا کام ضائع ہونے سے محفوظ فرما لیا اور طباعت کے دشوار گزار مراحل سے گزار کر بالتاخیر ہی سہی مگر بالآخر منظر عام اور منصۂ شہود پر لے آئے۔ البتہ کتابت اور ترتیب صفحات میں کئی مقامات پر بہت سے ناقابل اعراض اغلاط در آئے ہیں: کتاب کا چودھواں باب پورا غائب ہے، حضرت ناصر میاں کے مزار کی تعمیر کے واقعے میں صفحات معکوس ہو گئے ہیں، ۱۹۲ سے ۲۰۹ تک کے صفحات بھی معدوم ہیں، صفحہ ۵۸۲ کے بعد پھر ص: ۴۳۳ شروع ہو جاتا ہے، کہیں کہیں عبارات ماسبق سے غیر مربوط ہیں، سیاق وسباق کو ملا کر بھی اس کا مفہوم واضح نہیں ہو رہا، اس طرح کی بہت سی اہم غلطیاں رہ گئی ہیں جس سے کتاب کا معیار دیدہ زیب ٹائٹل اور عمدہ اوراق کے باوجود متاثر ہو رہا ہے اگلے ایڈیشن میں جن کی تصحیح بے حد ضروری ہے۔

کرم نے آقا کے جو ہے بحال رکھا ہے

از۔ مولانا پھول محمد نعمت رضوی، بانی امام احمد رضا لائبریری، نیپال

بچا کے جس نے مجھے بال بال رکھا ہے
اسی نے ساری مصیبت کو ٹال رکھا ہے
اب اس میں کوئی کہاں قیل قال ہے باقی
کرم نے آقا کے جو ہے بحال رکھا ہے
نبی کے حکم پر صدیق کے سوا کس نے
نبی کے سامنے سب اپنا مال رکھا ہے
جہان بھر میں ہیں جو بھی حسین لوگ انہیں
ترے جمال نے حیرت میں ڈال رکھا ہے
یہاں میں ٹوٹ کر بالکل بکھر گیا ہوتا
مجھے تو ان کے کرم نے سنبھال رکھا ہے
کہاں میں اور کہاں نعمت خدا مجھ پر
کرم نے پٹہ گلے میرے ڈال رکھا ہے
ہمیشہ بھیج کے ان کو دُرود کا تحفہ
مدینے جانے کا رستہ نکال رکھا ہے
خدایا! اہل فلسطین کی مدد فرما
جنہوں نے خطۂ اقصیٰ سنبھال رکھا ہے
تباہ کر دے تو غاصب یہودیوں کو خدا
جنہوں نے غزہ پہ دہشت کا جال رکھا ہے
نبی کی نعت ہی نے باخدا ہمیں نعمتؔ
رضا کے مسلک حق پر نہال رکھا ہے

اعلیٰ حضرت کے ایک وہابیت شکن اور دیوبندیت فگن جیالے معاصر

از۔ مفتی شمس الہدیٰ خان مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

علم ودانش، فکروآ گہی کے جلوے ہردم تاریک قلوب کو منور کرتے ہی رہتے ہیں اور ظلمت کدہ کو رشک مہ وانجم بنانا اسی کا شیوہ ہے اور جہالت بہت بڑی بلا ہے خاص کر جہل مرکب ہو تب تو مرض لاعلاج ہے۔ جہل مرکب ہی کی وجہ سے وہابیوں، دیوبندیوں اور دیگر فرقہائے باطلہ نے خدا جل وعلا کی شان عظمت نشان میں صریح گستاخیاں اور غلیظ ہرزہ سرائیاں کی ہیں۔ ''تعالیٰ الله عن ذالك علوا كبيرا ''۔ میرے نبی آخرالزماں ختم پیغمبراں کی بارگاہ والا جاہ میں کھلی بے ادبیاں اور گھناؤنی بکواسیں بھر منہ کی ہیں، انہوں نے عظمت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء گھٹانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی لیکن۔

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے الله تعالیٰ تیرا

تاریخ اسلام کے اوراق شاہد ہیں کہ مذہب مہذب کے خلاف جب بھی کسی سرکش نے سر اٹھایا تو اس کی بھر پور سرکوبی کے لیے رب قدیر نے اپنے کسی نہ کسی محبوب بندے کو ضرور مقرر فرما دیا ہے پھر اس کے اعوان وانصار بھی اپنی تمام تر توانائیوں کے ساتھ میدان میں بے خوف وخطر اتر پڑتے ہیں۔

تیرہویں اور چودہویں صدی ہجری میں اسلام کے صحیح خدوکھال کو بگاڑنے کی خاطر مغربی طاقتوں نے برصغیر میں بالخصوص کیسے کیسے بھیڑیوں اور بگولا بھگت لوگوں کو اپنا ایجنٹ بنایا اور ان پر زر کثیر نچھاور کیا اور طرح طرح سے انہیں استعمال کیا۔ کہیں وہابیت، غیر مقلدیت، اہل حدیث کے نام سے کہیں دیوبندیت، ندویت، مودودیت کے عنوان سے، کہیں قادیانیت، چکڑالویت، جماعت اسلامی کے لیبل سے کہیں تبلیغیت وغیرہ کے ٹائٹل سے سواد اعظم اہل سنت وجماعت کے شیرازہ کو منتشر کرنے کی ناکام کوششیں ہونے لگیں اور شہر شہر۔ گاؤں گاؤں معمولات اہل سنت کے خلاف آگ سلگانے لگے اور یک قلم سب کو مشرک اور کافر گرداننے لگے اور شان الوہیت اور شان رسالت میں بھی یاوہ گوئی سے باز نہیں آتے تو اللہ عزوجل نے مذہب صحیح مسلک حق کے تحفظ کے لیے امام احمد رضا قدس سرہ، علامہ فضل حق خیر آبادی، حضرتِ تاج الفحول بدایونی جیسے دسیوں نفوس قدسیہ کو خصوصی توفیق رفیق سے سرفراز فرمایا جنہوں نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر کے دنیا کے سامنے رکھ دیا اور ہندو پاک کے مختلف نواح میں اہل علم وفضل اپنے فرائض منصبی کی انجام دہی میں سرگرم عمل ہو گئے۔

صوبۂ بہار میں ماحی شرور وہابیاں، قاطع فتن نجدیاں، قامع کیود دیوبندیاں ابوالولی حضرت علامہ حافظ محمد عبد الرحمٰن محبّی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رضا قدس سرہ کے ہم عصر مشائخ کبار میں نمایاں حیثیت وخصوصیت کے حامل ہیں۔ وہابیوں اور دیوبندیوں

کے دام مکروفریب سے عوام اہل سنت کو بچایا اوران کی عیاریوں اورقلابازیوں کوسر بازار ہرگھڑی رسوا کرتے رہے۔ ہرموڑ پران بدمذہبوں کواپنے منہ کی کھانی پڑتی تھی، خاص طور پرمولوی مرتضیٰ حسن چاندپوری دربھنگی، دیوبندی تو عمر بھرحضرت محدّثؒ کی ضرب کاری کی شدید ٹیس محسوس کرتا رہا اور مرتے دم تک نیزۂ محدّثؒ کی مار سے کراہتا رہا چنانچہ دربھنگی نے اپنے ایک خاص چیلے عبدالحفیظ کے نام ایک چارورقی کتاب بنام''بریلوی کا نادان دوست'' شائع کی اورنادان دوست سے مرادحضرت محدّثؒ رحمہ اللہ ہی کولیا۔

حضرت محدّثؒ رحمۃ اللہ علیہ امام اہل سنت قدس سرہ سے والہانہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے اورفاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے مسلک حق کی ترویج واشاعت میں ہمہ وقت مصروف عمل رہتے گوکہ حضرت محدّثؒ، اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نہ مرید تھے نہ شاگرد خود فرماتے ہیں:

''میں مولانا احمد رضا خاں صاحب لازالت شموس افاضاتہ طالعۃ کا شاگرد نہیں، مرید نہیں۔ البتہ میں انہیں بحرذخار علوم دینیہ اوررسمیہ متعارفہ جانتا ہوں اوراس وقت ہندوستان میں ان کا ثانی نظر نہیں آتا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کوجمیل بنایا ہے۔''ان الجمیل جمیل العلم والادب '' سے میں ان کا ایک محبّ ہوں۔''احب الصالحین ولست منهم۔ لعل الله يرزقنی صلاحا''۔

(الجواب المستحسن فی رد هفوات المرتضی حسن ص ۳)

یوں ہی امام احمد رضا قدس سرہ بھی حضرت محدّثؒ سے بڑی محبت اورشفقت فرماتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں ''محدّثؒ'' الف ندا کے ساتھ خطاب فرمایا اس لئے حضرت محدّثؒ نے اس لفظ کواپنا تخلص بنا کر اپنے نام کے ساتھ ضم فرمالیا۔ جانبین سے مستحکم قلبی روابط اورعلمی وملی ٹھوس لگاؤ کے ناطے وہ رنگ رضا حضرت محدّثؒ پر چھایا کہ بعض ارباب فکرودانش مسکن محدّثؒ ''پوکھریرا'' کودوسرا بریلی کہنے لگے۔ حضرت محدّثؒ رحمہ اللہ کے جماعتی قابل فخر کارناموں کا اندازہ حضرت علامہ محدث احسان علی رحمہ اللہ سابق شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی شریف کے اس تاثر سے بھی ہوتا ہے فرماتے ہیں: حضرت محدّثؒ واستاذی مولانا شاہ ولی الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وجود نہ ہوتا تو سارے کے سارے دیوبند میں بند ہوتے''۔ (رسالہ پیرطریقت)

حضرت محدّثؒ رحمہ اللہ کی تعلیمی، تدریسی، تبلیغی، تنظیمی خدمات کے سوا قلمی وتصنیفی کارنامہ بھی کچھ کم نہیں۔ بالضبط ان کی تعداد تو معلوم نہ ہوسکی تاہم چالیس سے زائد کتب ورسائل کا سراغ ملتا ہے۔ ان میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) نورالہدیٰ۔ امام الائمہ حضور امام اعظم رضی اللہ عنہ کی محققانہ سوانح عمری۔

(۲) نورالطلاب۔ رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم اورازواج مطہرات وخلفائے راشدین کا نسب نامہ۔

(۳) نورالمغیب۔ آیات کریمہ سے خصوصی استدلال جوواجب الحفظ ہے۔

(۴) نورکلید عظیم۔ احادیث سے استدلال۔

(۵) تعلیمات مرغوب محدّثؒ۔

(۶) قندطفلاں۔

(۷) خطبہ عیدالفطر۔

(۸) خطبہ عید الاضحیٰ۔

(۹) الجواب المستحسن فی ردھفوات المرتضی حسن۔

(۱۰) دستور السواک۔

(۱۱) دیور بھاوج۔

(۱۲) ترجمہ قرآن پاک بزبان فارسی۔

(۱۳) الحبل القوی لهداية الغوی۔ **اثبات تقلید شرعی میں لاجواب کتاب ہے جس نے غیر مقلدوں کا ناطقہ بند کر دیا۔ آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ سے تقلید شخصی شرعی کے ثبوت میں دلائل کے انبار لگا دیے۔ غیر مقلدوں نے** الفریق یثبت بالحشیش **کے تحت ''بوستان سعدی شیرازی'' سے ایک شعر تقلید کے ابطال پر نقل کیا۔**

عبادت بتقلید گمراہی ست

خنک رہروے را کہ آگاہی ست

اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کی تفسیر سے ''لا یعقلون شیئا ولا یهتدون**'' کے تحت اس عبارت کو پیش کیا:**

''دریں آیت اشارہ است بابطال تقلید بدو طریق۔ الخ''

حضرت محشّی نے جب اس کا جواب دیا تو دشمن حواس باختہ ہوگئے۔ فرمایا کہ ''بوستاں کے شعر کا تعلق تو سومنات مندر کے پوجاریوں سے ہے۔ شاہ صاحب نے تو تقلید غیر شرعی پر کلام کیا ہے۔ تقلید کفر کو باطل قرار دیا ہے۔ پھر شاہ صاحب خود تو زبردست مقلد تھے وہ تقلید شرعی کو باطل کیوں کر گردانیں گے۔ انہوں نے تفسیر فتح العزیز میں تقلید آئمہ اربعہ کو واجب بتایا ہے''۔ تفصیل کیلئے کتاب دیکھیں۔

اس کتاب پر اکابر اہل سنت میں حضرت محدث سورتی، محدث کبیر شاہ رحیم بخش، سابق شیخ الحدیث فیض الغربا آرہ اور خاص کر امام اہل سنت فاضل بریلوی کی تقریظ اسکی اہمیت کیلئے بس ہے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے کلمات طیبات یہ ہیں:

''بسم الله الرحمٰن الرحیم: الحمد الله و کفی وسلام علی المصطفیٰ وآله الشرفا وصحبه اللطفاوالعلما والعرفا لاسیماالائمة المجتهدین کاشفی کل خفا والتابعین لهم۔ **باحسان وصدق ووفا، فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اس رسالہ** ''الحبل القوی لهداية الغوی'' **کو مطالعہ کیا۔ حق سبحانہ وتعالیٰ مولانا المکرّم ذی المجد والکرم سالک الطریق الامم حامی السنن ماحی الفتن نجدی شکن وہابی فگن مولانا مولوی محمد عبد الرحمٰن صاحب معروف بمحشّی** جزاء الله سبحانه جزاء الاحباء **کو تائید دین وتبکیت مفسدین واعانت راشدین، واہانت معاندین کے ساتھ دائم وقائم رکھے اور ان اقطار وامصار کوان کی حمایت سنت ونکایت بدعت سے مجمع مکارم۔ بلاشبہ غیر بالغ منصب اجتہاد پر تقلید ائمہ بنص قطعی قرآن عظیم واحادیث واجماع فرض متحتم ہے اور اس سے عدول شریعت مطہرہ کے دائرہ سے خروج اور ورطۂ تیرۂ ضلال ونکال میں دلوج ہے۔ اس قدر پر تو اجماع قطعی موجود بلکہ بتصریح علمائے کرام وہ ضروریات دین میں معدود۔ رہی تعیین متبوع جسے تقلید شخصی کہئے، حق یہ کہ ان ازمنہ میں اس سے اصلا مفر نہیں۔ تخیر تابع نظر اور نظر مفقود اور تخیر حسب تصریح ائمہ دین مثل امام اجل عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ اکابر صراحۃ فتح باب فسق وتباب ہے اور سد فتنہ اہم واجبات سے ہے تو تقلید شخصی کے وجوب میں اصلا محل کلام نہیں اور نفی بعض نظر بنفس ذات منافی ثبوت بوجوہ خارجہ نہیں۔** کمالا یخفی علی اولی التحقیق وهو التطبیق و به یحصل التوفیق وبالله تعالیٰ التوفیق والله

سبحانہ وتعالیٰ اعلم"۔

میں نے حضرت محدّث رحمہ اللہ کی کئی کتب ورسائل کا مطالعہ کیا جن کے بارے میں "تصانیف محدّث سرمایہ عقبیٰ" کہنا بجا ہے آپ حسب ذیل چند اقتباسات سے ان کے وسعت مطالعہ، علمی وفنی گہرائی، گیرائی کا لوہا مانے بغیر نہیں رہ سکتے۔

کلمات تعوذ کے سلسلہ میں رقم طراز ہیں:

"جواہر التفسیر میں ہے کہ چودہ طرح پر اس کے الفاظ ماثور ہیں از اں جملہ قدمائے شافعیہ کا مختار مذہب یہ ہے:"اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم" اور علمائے مالکیہ کا مختار مذہب یہ ہے"اعوذباللہ العلیم من الشیطان الرجیم" اور علمائے حنبلیہ کا مختار مذہب یہ ہے"اعوذباللہ من الشیطان الرجیم انہ ھو السمیع العلیم" پڑھتے ہیں اور ہم حنفیوں کا مختار مذہب یہ ہے"اعوذباللہ من الشیطان الرجیم"۔ (تعلیم تفسیر محدّث)

اسمائے باری تعالیٰ کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کے تین ہزار نام ہیں منجملہ اس کے ایک ہزار نام فرشتے جانتے ہیں اور ایک ہزار نام دوسرے پیغمبران جانتے ہیں اور تین سو نام توریت میں اور تین سو نام زبور میں اور تین سو نام انجیل میں اور ننانوے نام قرآن مجید میں اور ایک نام ہے جس کو اللہ تعالیٰ خود ہی جانتا ہے"۔ (ایضا)

حدیث نبوی کی روایت بالمعنی سے متعلق ائمہ میں اختلاف ہے لیکن اپنے امام اعظم رحمہ اللہ سے متعلق فرماتے ہیں:

"ہمارے امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنے بڑے محتاط تھے کہ روایت بالمعنی نہ کرتے۔ اہل حدیث اس کو جائز رکھتے ہیں۔ قلت روایت امام صاحب بایں وجہ ہے تاہم ان کے مسانید کثیر اور اسانید شہیر ہیں پندرہ مسند امام صاحب حسب ذیل ہیں"

(نور الھدیٰ)

"امام اعظم رضی اللہ عنہ کے چار ہزار شیوخ تھے۔ امام بخاری کے مشائخ گوکہ دس ہزار سے زائد تھے مگر شیوخ امام کے مرتبہ پر نہ تھے۔ امام اعظم رحمہ اللہ تابعی تھے یا نہیں یہ ایک تحقیق طلب مسئلہ ہے حضرت محدّث نے دلائل کثیرہ سے ثابت فرمایا کہ آپ تابعی تھے اور پچاس مسند حدیثوں کا ذکر امام صاحب سے کیا ہے اور بائیس صحابہ کرام سے امام صاحب کی ملاقات ثابت کی ہے۔"

(نور الھدیٰ)

حضرت محدّث فرماتے ہیں:

"کوئی کام شروع کرو تو انجام تک پہونچانے میں ہمت نہ ہارو۔ اسی کا نام"الاستقامۃ راس الکرامۃ ہے"۔

(ایضا)

کتب حدیث کا مطالعہ اتنا گہرا تھا کہ صرف دعا کے متعلق ایک موقع پر ارقام فرماتے ہیں:

"حدیث صحیح میں ہے: الدعاء مخ العبادۃ، اور اشرف العبادۃ الدعاء اور الدعاء سلاح المومن وعمادالدین ونورالسموات والارض اور الدعاء جند من اجناداللہ مجندا یردالقضابعدان یبرم ھکذا فی کنز العمال ولایرد القضاالاالدعاء اور من لم یسئل اللہ یغضب علیہ وبروایۃ ان اللہ یغضب علی من لایسئل"۔

(چہک بلبل ناداں)

حضرت محدّث نے حب نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور عشق اولیا وصلحا میں

ڈوب کر ''بارہ ماسہ خادم رسول'' نامی ایک نظم تحریر فرمائی ہے جو ہندی بارہ مہینہ کی مناسبت سے زبان ہندی میں ہے اور زبان اردو و فارسی میں بھی عشق و محبت سے لبریز آپ کے اشعار ملتے ہیں۔ سچ فرمایا گیا ہے ''العشق نار یحرق ماسوی المعشوق'' ''آتش عشق معشوق کے سوا سب کو خاکستر کر دیتی ہے۔نمونہ کے طور پر یہ چند ابیات پیش ہیں:

سعدی مورے پت رکھو یا دیدو کچھ تقریر ہے
غوث الاعظم آرے آؤ تم تو میرے پیر ہے
اب دیکھو محؔی کو واپر کیسی بھیر ہے
نور حلیم داتا سائین تم تو اس کے پیر ہے
ہنرمند کی قدر کرتی ہے دنیا
ہنر ہی سے ہے شان و شوکت ہماری
خدا نیک جس کو بنائے محؔی
سنے گا وہی بس نصیحت ہماری
بخنداں ازلب آں غنچہ باغم
وازیں گل عطر پرورکن دماغم
اے محؔی دیکھ پا پھسلے نہیں
کوئے جاناں کے سوا سب غار ہے

حضرت محؔی رحمہ اللہ کی تحریروں میں اخلاص اور ہمدردی گر ایک طرف ہے تو دوسری جانب غیظ وغضب اورنفرت و بیزاری بھی واضح طور پر موجود ہے یعنی ''اشداء علی الکفار رحماء بینھم'' کی جلوہ سامانیاں آپ کے زبان و بیان سے عیاں رہتی ہیں۔

وہابیوں کے عمل بالحدیث اور اجتہادی منصب پر فائز ہونے کی ڈینگ پر توجہ دی تو قلعی کھول کر رکھ دی۔فرماتے ہیں:

''خوب جان لو اور اچھی طرح سمجھ لو کہ مجتہد وہ عالم ہے کہ جو پانچ طرح کے علم پر حاوی ہو۔

اول علم: کتاب اللہ کا علم۔

دوم علم: حدیث رسول خدا ﷺ کا علم۔

سوم علم: علمائے سلف کے اقوال کا علم۔

چہارم علم: لغت عربی کا علم۔

پنجم علم: قیاس کا علم''۔

پھر ہر ایک کی توضیح وتشریح کے بعد فرماتے ہیں:

''لیکن یہ نعمت عظمیٰ رحمت باری تعالیٰ انہیں ائمہ اربعہ پر ختم ہوگئی اس وقت سے آج تک کوئی اس مرتبے کو نہیں پہونچا اس وجہ سے باب اجتہاد بند ہوا''۔

(چہک بلبل ناداں)

نیز رفع یدین، آمین بالجہر، قراءت خلف امام وغیرہا مسائل کے علاوہ بعد نماز دعا کرنے کو حرام کہنا، توسل بالنبی کو کفر کہنا۔اپنے کو حنبلی یا حنفی کبھی کہنا، کبھی تقلید سے بالکل ہاتھ دھولینا، اس جیسے کئی خرافات وہابیہ دیوبندیہ پر جب قلم اٹھا تو باطل کے دانت کھٹے کر دیئے۔

دعا بعد نماز تو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ابوداؤد اور نسائی نے اس کی تخریج کی ہے جسے ابن حبان اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔

یوں ہی توسل بالنبی بھی احادیث مشہورہ سے مبرہن ہے

مولیٰ علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

توسل بالنبی فکل خطب،یھون اذا توسل بالنبی

حضرت محؔی رحمہ اللہ کی وسعت علمی کا اندازہ حسب ذیل عبارت سے

لگائیں وہ خود رقم طراز ہیں:
’’اگر میں توسل بالنبی کے جواز کی طرف بحول اللہ العظیم قلم اٹھاؤں تو ان شاء اللہ الناصر المعین الموفق ایک ضخیم کتاب لکھ کر مثل آفتاب آپ کی تاریک بیں آنکھوں کے سامنے جلوہ گر کر دوں‘‘۔

(ایضا)

ایک موقع پر بد مذہبوں کو للکارتے ہیں کہ
’’تم اپنا رنگ روپ گرگٹ کی طرح کتنا ہی بدلا کرو مگر تمہارا دجل وفریب اہل حق پر مخفی نہ رہ سکے گا۔

تو خواہی جامہ وخواہی قبا پوش
بہر رنگے کہ آئی می شناسم‘‘

سچ تو یہ ہے۔

مئے عشق نبی پینا ہے پوکھریرا چلے آؤ
در میخانہ وا ہے میکشوں کی عام دعوت ہے
یہ دربار محبّی مئے کدہ ہے اہل سنت کا
شراب معرفت پی لیجئے پینے کی حاجت ہے

خدا تعالیٰ ہم سب کو حضرت محبّی رحمہ اللہ کا درد دل، سوز جگر، اصلاح قوم کا جذبۂ صادق، عشق نبوی کی صحیح تڑپ نصیب فرمائے۔ آمین

عزیزم مولانا محمد ریحان رضا سلمہ قابل صد تحسین ولائق صد مبارکباد ہیں کہ انہوں نے حضرت محبّی رحمہ اللہ کے قلمی شہ پاروں کو منصۂ شہود پر لانے کا عزم محکم کرلیا ہے۔ خدائے تعالیٰ انہیں مزید ہمت وحوصلہ اور عزم جواں بخشے اور ہمیں بھی ایسی سرگرمیوں کی تقلید کا جذبہ دے۔ آمین بجاہ حبیبه الکریم۔

☆

نعت نبی کے عملی کردار

از۔مولانا سلمان رضا فریدی، مسقط عمان

غم کے ماروں کو ہنسانا بھی نبی کی نعت ہے
گرنے والوں کو اٹھانا بھی نبی کی نعت ہے

صرف جلسوں تک نہ رکھو اُن سے اظہارِ وفا
مسجدوں میں آنا جانا بھی نبی کی نعت ہے

سَرورِ کونین کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے نماز
رب کے آگے سر جھکانا بھی نبی کی نعت ہے

عشق ہے اُن سے تو سب کو ساتھ میں لے کر چلو
مومنوں کے دل مِلانا بھی نبی کی نعت ہے

بھید مت کھولو کسی کا، تم کسی کے سامنے
عیب، مومن کے چُھپانا بھی نبی کی نعت ہے

مصطفیٰ نے دی ہیں اچھی عادتیں، اچھا سلوک
اُن پہ چلنا اور چَلانا بھی نبی کی نعت ہے

سب غلامانِ نبی، اپنائیں یہ سُنّت شریف
چہرے پر داڑھی سجانا بھی نبی کی نعت ہے

قوم میں جب علم آئے گا تو خوش ہوں گے رسول
پڑھنا لکھنا اور پڑھانا بھی نبی کی نعت ہے

وہ سَفیرِ امن ہیں وہ دافعِ شَرّ و فساد
آگ فتنوں کی بجھانا بھی نبی کی نعت ہے

ہو سدا فطرت میں احساسِ حیا، اے بیٹیو!
آپ کا پردے میں آنا بھی نبی کی نعت ہے

لکھ عمل سے اے فریدؔی تو قلم کے ساتھ ساتھ
یہ ادا ہستی میں لانا بھی نبی کی نعت ہے

کنز الایمان اور قادیانی تراجم کے مصادر کا تقابلی مطالعہ

(آیت کریمہ ''مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ'' کے تناظر میں)

از۔ پروفیسر دلاور خاں، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی

پس منظر:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب دین حق کی تبلیغ کا آغاز فرمایا جس سے اہل یہود کے کچھ خودساختہ عقائد و معمولات پر کاری ضرب پڑی تو ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرتے مگر وہ اپنی ہٹ دھرمی پر ڈٹے رہے اور تعلیمات حضرت عیسیٰ کی راہیں مسدود کرنے میں کوئی فروگذاشت نہیں چھوڑی۔ اس کے باوجود انہیں اپنے منہ کی کھانا پڑی۔ حضرت عیسیٰ کو راستے سے ہٹانے کی صرف ایک ہی تدبیر سوجھی کہ انہیں راستے ہٹانے کے لیے معاذ اللہ قتل کر دیا جائے۔ اس سازش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے انہوں نے سرتوڑ کوشش کی۔ اپنی خام خیالی میں انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھا دیا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خفیہ تدبیر سے ان کا منصوبہ خاک میں ملا دیا۔ جس کی طرف قرآن نے اس طرح اشارہ فرمایا:

''وَ مَكَرُوْا وَ مَكَرَ اللّٰهُ۔ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ''

(آل عمران: ۵۴)

ترجمہ: یہودیوں نے (حضرت عیسیٰ کے خلاف) سازش کی اور اللہ تعالیٰ نے خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ تعالیٰ سب سے بہترین خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔

یعنی یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو قتل کرنے کی سازش کی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو بچانے کی خفیہ تدبیر کی جس سے آپ کو یہودیوں کی سازش قتل سے محفوظ و مامون فرمایا اور معجزاتی طور پر آپ کو جسم و روح کے ساتھ آسمان پر اٹھالیا۔

علامہ فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

''مکر الله تعالیٰ بهم هوا انه رفع عیسیٰ علیه السلام الی السماء''
(تفسیر کبیر)

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان سے خفیہ تدبیر فرمائی یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھالیا۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

''و مکرالله بان القی شبهه علیه السلام علی غیر ہ فصلب و رفعه الیه''
(روح المعانی)

یعنی اللہ تعالیٰ نے خفیہ تدبیر فرمائی کہ ایک اور شخص کو حضرت مسیح علیہ السلام کے مشابہ کر دیا جسے سولی دیدی گئی اور آپ کو آسمانوں پر اٹھالیا گیا۔

''و مکر الله ای جاز اهم علی مکرهم بان رفع عیسیٰ الی السماء الخ''

یعنی اللہ تعالیٰ نے خفیہ تدبیر فرمائی کہ یہودیوں کے مکر کی انہیں اس

طرح سزادی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھالیا۔

علامہ جلال الدین سیوطی رقم طراز ہیں:

”و مکر الله بان رفع عیسیٰ علیه السلام الخ“

(جلالین)

اور اللہ تعالیٰ نے خفیہ تدبیر فرمائی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھالیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ۔

(النساء:۱۵۷)

ترجمہ: (یہودیوں کے) قول کے مطابق کہ ”ہم نے عیسیٰ ابن مریم، رسول اللہ کو قتل کردیا“ حالاں کہ انہوں نے عیسیٰ کو قتل نہیں کیا اور نہ ہی انہیں سولی دی بلکہ ان (یہودیوں) کے لیے (عیسیٰ سے) ملتا جلتا (ایک آدمی) بنادیا گیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔

(النساء:۱۵۸)

ترجمہ: بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے (عیسیٰ کو) اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ۔وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا۔

(النساء:۱۵۹)

ترجمہ: اور (نزول مسیح کے وقت) اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں ہوگا جو اپنی موت سے قبل ضرور بالضرور عیسیٰ پر ایمان نہیں لائے گا اور قیامت کے روز وہ ان لوگوں (اہل کتاب) کے خلاف گواہ ہوں گے۔

قابل توجہ: اگر یہ پس منظر ذہن نشین رہے تو قاری کو سورہ آل عمران کی آیت ۵۵ کے مفہوم کو سمجھنے میں آسانی ہوگی تو ملاحظہ فرمائیں آیت، ترجمہ اور تفسیر۔

و اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰىٓ اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ۔

(آل عمران:۵۵)

ترجمہ: اور یاد کرو جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ! میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا۔

(کنز الایمان)

مفکر اسلام اعلیٰ حضرت الشیخ امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے اس آیت کے کلمہ ”متوفیك“ کا ترجمہ ”پوری عمر تک پہنچانے“ سے کیا ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کے مصادر و مراجع کی تحقیق کی جائے جس کی بنیاد پر یہ ترجمہ منصۂ شہود پر آیا:

قرآن مجید:

(۱) وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

(آل عمران:۱۸۵)

ترجمہ: ”اور تم اپنے اجر قیامت کے دن پورے پورے پالوگے“

(۲) يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔

(النحل:۱۱۱)

ترجمہ: ”جس دن ہر شخص اپنی ذات کے لیے جھگڑنے کے لیے آئے

گا اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

(۳) بَلٰی مَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ وَ اتَّقٰی فَاِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ۔

(آل عمران: ۷۶)

ترجمہ: ہاں کیوں نہیں جس نے اپنا عہد پورا کیا اور پرہیزگاری کی اور بے شک اللہ پرہیزگاروں کو پسند کرتا ہے۔

پس قرآن کی روشنی میں معلوم ہوا کہ ''توفی'' ان آیات میں اپنے حقیقی معنیٰ ''پورا پورا لینے'' میں وارد ہے۔

حدیث:

حضرت ابن عمر کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حج کرنے والا جب جمرات کو کنکریاں مارتا ہے تو اسے ملنے والے ثواب کا علم نہیں ہوتا۔ ''حتی یتوفاه الله یوم القیامة'' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز اس کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

(الترغیب والترہیب: ۲/ ۲۰۵)

لغوی تحقیق:

(۱) ''توفی'' کہتے ہیں: تسلیم و قبض، پورا لے لینا۔

(۲) ''توفی'' کے معنی ہیں ''استیفاء اجل'' یعنی تمہیں تمہاری عمر کامل تک پہنچاؤں گا۔

اہل عرب کا عرف:

(۱) اہل عرب اس وقت یہ بولتے ہیں ''توفیت من کذا'' کہ جب کوئی شے مکمل لے لی جائے۔

(۲) ''متوفیك'' کا معنیٰ ''متسلمك'' ہے۔ جب اہل عرب یہ بولتے ہیں ''توفیت منه کذا'' تو یہ معنی لیتے ہیں کہ میں نے فلاں سے فلاں شی مکمل سلامتی کے ساتھ لے لی۔

(۳) اہل عرب جب یہ بولتے ہیں ''توفیت مالی'' تو اس سے مراد یہ ہے کہ میں نے اپنا پورا مال قبضہ میں لے لیا۔

(۴) اہل عرب اس کا معنی یہ کرتے ہیں ''اخذ الشئی وافیا'' یعنی کسی شے کو پورا پکڑنا۔

مشاہیر مفسرین:

تفسیر سمیں و جمل، مدارک، کشاف، بیضاوی اور ارشاد میں ہے:

''انی مستو فی اجلك و عاصمك من ا ن یقتلك الکفار الیٰ ان تموت حتف انفك''

ترجمہ: میں تمہیں تمہاری کامل عمر تک پہنچاؤں گا اور تمہیں کفار کے ذریعہ قتل کئے جانے سے محفوظ رکھوں گا اور تم اپنی معینہ عمر تک پہنچ کر اپنی خود موت پر وفات پاؤ گے۔

تفسیر کبیر میں ہے:

''ای متمم عمرك فحینذا توفاك فلااترکهم حتی یقتلوك''

(میں تمہاری عمر مکمل کرنے کے بعد اس وقت تمہیں وفات دوں گا۔ لہٰذا میں کافروں کے ذریعہ تمہیں قتل کرنے کو نہیں چھوڑوں گا)

ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

''لفظ التوفی فی لغة العرب معناه الاستیفاء والقبض وذالك ثلثة انواع احدها توفی النوم والثانی توفی الموت والثالث وفی الروح والبدن جمیعا فانه بذالك خرج عن حال اهل الارض''

(الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح ج ۲ ص ۲۸۰)

یعنی لفظ توفی کے معنی ہین کسی چیز کو پورا پورا لے لینا اور اس کو اپنے قابو میں کر لینا اور اس کی پھر تین اقسام ہیں ان میں سے ایک نیند کی توفی ہے۔ دوسری موت کی توفی اور تیسری روح و جسم دونوں کی توفی ہے اور عیسیٰ علیہ السلام اس تیسری توفی کے ساتھ اہل زمیں سے جدا ہو گئے۔

مفکر اسلام اعلیٰ حضرت الشیخ امام احمد رضا خان قادری حنفی ماتریدی فرماتے ہیں:

''فرض کیا جائے ''توفی'' کے معنی اگر موت ہی کے ہیں تو یہ کہاں سے نکلا کہ تم کو وفات دینے والا ہوں پھر تم کو اٹھانے والا ہوں اپنی طرف۔ یہاں ''ثم'' نہیں ہے بلکہ ''واؤ'' ہے اور یہ واو ترتیب پر دلالت نہیں کرتا صرف جمع کے لئے ہے، کاف خطاب جو ''رافعك'' میں ہے وہ نہ صرف روح سے خطاب ہے اور نہ ہی جسم سے بلکہ روح مع الجسد مخاطب ہے۔ اگر صرف روح مراد ہوتی تو ''رافعك'' نہ فرمایا جاتا بلکہ ''رافعك روحك'' فرمایا جاتا۔

(جامع الاحادیث ج ۷ ص ۳۴۰، مطبوعہ بریلی)

اس پس منظر میں ''توفی'' کے معنی کے مصادر:

قرآن، حدیث، مشاہیر مفسرین، اہل عرب کا عرف اور عربی لغت سامنے (آگے) آتے ہیں۔ یہ تمام مصادر مفکر اسلام اعلیٰ حضرت الشیخ امام احمد رضا خان قادری حنفی ماتریدی کو مستحضر تھے۔ انہی کو مرکز مان کر آپ نے ''توفی'' کے حقیقی معنی مراد لیے ہیں۔ جب کہ اس کے مجازی معنی موت اور نیند کے بھی ہیں۔ مجازی معنی مراد لینے کے لیے قرینہ کا موجود ہونا ضروری ہے مگر یہاں قرینہ موجود نہیں۔ اس لیے آپ نے یقینی طور پر حقیقی معنی مراد لئے ہیں۔ البتہ جہاں جہاں قرینہ موجود ہے وہاں ''توفی'' کے مجازی معنی موت اور نیند بھی مراد لیے ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ ''کنز الایمان'' میں توفی کا ترجمہ بنیادی مصادر اور جمہور محققین کی تحقیقات کا آئینہ دار ہے۔ جب کہ اس کے برعکس ''توفی'' کے یہاں مجازی معنی ''موت'' لینے کی ضرورت نہیں۔ اگر کسی نے جمہور کے مقابلے میں انفرادی راہ اختیار کی تو اس پر النادر کا لمعدوم، الشاذ کا لمعدوم اور القلیل کالمعدوم کے قاعدے کا اطلاق ہوگا۔

اس آیت میں دوسرا اکلیدی کلمہ ''رافعك'' بھی ہے۔ مفکر اسلام اعلیٰ حضرت الشیخ امام احمد رضا خان قادری حنفی ماتریدی نے ''رافعك'' کا ترجمہ: ''تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا'' کیا ہے۔ اس کی ثقاہت کے مصادر مطالعہ کرتے ہیں:

علامہ فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

"انه رفع عيسىٰ عليه السلام الى السماء"۔ (کبیر)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھالیا۔

علامہ جلال الدین سیوطی رقم طراز ہیں:

''بان رفع عيسىٰ عليه السلام الخ''۔ (جلالین)

ترجمہ: کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھالیا۔

معناه إني قابضك برفعك إلى السماء من غيروفاة بموت، وهذاقول الحسن، وابن جريج، وابن زيد۔

(تفسیر القرآن/ الفیروزآبادی)

رافعك إلى السماء۔ (تفسیر النکت والعیون/ الماوردی)

قابضك برفعك من الارض إلى السماء من غير وفاة موت في قول الحسن وابن جريج وابن زيد.

(تفسیر التبیان الجامع لعلوم القرآن/ الطوسی)

المعنى أني قابضك من الأرض۔

(تفسير المحرر الوجيز فى تفسير الكتاب العزيز/ ابن عطية)

أي: قابضك منَ الأرْضِ، ومحصِّلك في السماءِ۔

(تفسیر الجواهر الحسان فی تفسیر القرآن/ الثعالبی)

ورافعك من الدنيا إليَّ من غير موت۔

(تفسیر معالم التنزیل/ البغوی)

پس معلوم ہوا کہ امام فخر الدین رازی، علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ فیروز آبادی، الماوردی، الطّوسی، ابن عطیہ، الثعالبی اور امام البغوی نے اپنی اپنی تفاسیر میں ''رافعك'' کا ترجمہ بغیر موت دیئے آسمان کی طرف اٹھانا مراد لیے ہیں۔

مفکر اسلام امام احمد رضا نے جمہور کی تحقیقات کو مرکز مان کر وہی مفہوم ''کنزالایمان'' میں رقم کیا ہے۔ اگر کسی نے انفرادی طور پر جمہور کے خلاف اس کا ترجمہ کیا بھی ہے تو اس کی مثال النادر کالمعدوم، الشاذ کالمعدوم اور القلیل کالمعدوم جیسی ہے۔ یعنی قول راجح کے مقابلے میں قول مرجوح کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔

قادیانی تراجم:

اس آیت ''وَ إِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ'' کی ''کنزالایمان'' سے تفہیم کے بعد اب قادیانیوں کے تراجم پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

مرزا اپنی تفسیر میں لکھتا ہے:

اے عیسیٰ! میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور عزت کے ساتھ اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔

مرزا بشیر احمد بن غلام احمد قادیانی لکھتا ہے:

"When Allah said, O Jesus I will cause you to die a natural death and exalt thee to Myself"

جب اللہ نے کہا۔ اے عیسیٰ! میں تجھے طبعی طور پر وفات دوں گا اور تجھے اپنے حضور میں عزت بخشوں گا۔

پیر صلاح الدین لکھتا ہے:

"Behold! Allah did it when He said: Jesus, I will call you to death and admit you to My presence"

دیکھو! اللہ نے یہ کیا جب اس نے فرمایا: اے عیسیٰ میں تجھے موت کا بلاوا دوں گا اور تجھے اپنی جناب میں قبول کروں گا۔

مولوی شیر علی لکھتا ہے:

"When Allah said, O Jesus, I will cause thee a natural death and will exalt thee to Myself"

جب اللہ نے کہا: اے عیسیٰ میں تجھے طبعی موت دوں گا اور تجھے اپنی جناب میں عزت بخشوں گا۔

ملک غلام فرید لکھتا ہے:

"Remember the time when Allah said:

O Jesus, I will cause thee to die a natural death and will raise thee to My self ”

اس وقت کو یاد کرو جب اللہ نے فرمایا: اے عیسیٰ! میں تجھے ایک قدرتی موت دوں گا اور تجھے اپنی جانب رفعت بخشوں گا۔

ظفر اللہ خان لکھتا ہے:

“Allah reassured Jesus: I shall cause thee to die a natural death and shall exalt thee to Myself”

اللہ نے عیسیٰ کو یقین دلایا: میں تمہیں ایک طبعی موت دوں گا اور تمہیں اپنی جانب رفعت عطا کروں گا۔

(احمدی تراجم وتفاسیر قرآن)

تمام قادیانی مترجمین نے ''توفی'' کے معنیٰ ''موت'' لیے ہیں۔ جب کہ ہم مطالعہ کر کے آئے ہیں کہ اس آیت میں، علوم القرآن کی روشنی میں حقیقی معنیٰ کی بجائے مجازی معنیٰ ''موت'' مراد لینا قرآن وحدیث، عرف اہل عرب اور عربی لغت کے منافی ہے۔ اس مرحلے پہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غلام نے اس ترجمے کو مدلل کرنے کے لیے جو دلائل دیئے ہیں ان مصادر کا تجزیاتی مطالعہ کیا جائے۔

مرزا غلام اپنے ترجمہ کو مدلل کرنے کے لیے لکھتا ہے:

(۱) ''علم نحو'' میں صریح قاعدہ مانا گیا ہے کہ توفی لفظ میں جہاں خدا فاعل ہے اور انسان مفعول بہ ہو ہمیشہ اس جگہ توفی کے معنیٰ مارنے اور روح قبض کرنے کے آتے ہیں۔

(خزائن، ج ۱۷، ص ۱۶۲)

موصوف ''علم نحو'' کے اس صریح قاعدے کے مآخذ ومراجع تحریر کر دیتے تو مناسب ہوتا۔ مگر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے اندھیرے میں تیر چلایا ہے تاکہ وہ اپنے خود ساختہ منصب ''موعود مسیح'' پر فائز ہو سکے۔ کیوں کہ وفات حضرت عیسیٰ کا عقیدہ گھڑے بغیر وہ اس منصب پر فائز ہو ہی نہیں سکتا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے اس نے ''وفات عیسیٰ'' کا عقیدہ تخلیق کیا پھر اس منصب پر خود فائز ہونے کے لیے اس نے قرآن میں معنوی تحریف بھی کر ڈالی۔ موصوف کے اس محولہ قاعدے کی صداقت کی تصدیق کے لیے قرآن کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

وَ هُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ وَ یَعْلَم۔

(الانعام:۶۰)

ترجمہ: ''اور وہی (اللہ) ہے جو تمہیں رات کو سلاتا ہے''۔

اس آیت میں ''توفی'' کا فاعل اللہ تعالیٰ کی ذات مبارکہ ہے اور انسان اس کا مفعول ہے جب کہ مرزا غلام قادیانی کے قاعدے کے مطابق اس کا یہ معنیٰ ہوگا کہ ''وہ ہی خدا ہے جو رات میں انسان کی روح قبض کرتا ہے یا موت دیتا ہے''۔

یہ ترجمہ خلاف واقعہ ثابت ہوگا۔ قرآن کی روشنی میں مرزا غلام قادیانی کا ''نحوی قاعدہ'' مسترد ہو جاتا ہے اور وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعبیر چکنا چور بھی ہو جاتی ہے۔

جب مرزا غلام اپنے نحوی دعوے میں ناکام ہوتا ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کی ایک اور ناکام کوشش یوں کرتا ہے:

(۲) ''خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں تیئس مقامات میں لفظ توفی

کو قبض روح کے موقع پر استعمال کیا ہے۔ اول سے آخر تک قرآن شریف میں کسی جگہ لفظ توفی کا ایسا نہیں جس کے بجز قبض روح اور مارنے کے اور معنی ہوں۔

(خزائن: ۱۷ص۹۰)

موصوف نے اپنی قرآن فہمی کا بہت بڑا دعویٰ کر دیا ہے۔ قرآن میں اول تا آخر ''توفی'' کے معنی موت اور روح قبض کرنے کے سوا کچھ نہیں۔ قرآن کی روشنی میں مرزا کے اس دعوے کی صداقت جانچنے کی کوشش کرتے ہیں:

وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔

(آل عمران: ۱۸۵)

ترجمہ: ''اور تم اپنے اجر قیامت کے دن پورے پورے پالو گے''۔

وَ تُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ۔

(النحل: ۱۱۱)

ترجمہ: ''اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا''۔

وَ هُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىکُمْ بِالَّیْلِ۔

(الانعام: ۶۰)

ترجمہ: ''اور وہی (اللہ) ہے جو تمہیں رات کو سلاتا ہے''۔

پہلی دو آیات میں ''توفی'' کے معنی روح قبض کرنے اور مارنے کے نہیں بلکہ یہ اپنے حقیقی معنی ''اخذ الشئی وافیا''، یعنی کسی چیز کو پورا پورا لے لینا۔ جب کہ تیسری آیت میں ''توفی'' کے مجازی معنی نیند کے ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ ''توفی'' ایک ''مشترک لفظ'' ہے جو اپنے مادے کے اعتبار سے ایک ہے مگر متعدد معنی کا حامل ہے کہ کہیں اس کے حقیقی معنی مراد ہیں اور کہیں اس کے مجازی معنی مراد ہیں۔ مرزا نے ''توفی'' کے قرآن میں صرف ایک ہی مجازی معنی موت مراد لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کی مجرمانہ کوشش کی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کے لئے مرزا اپنے ایک اور خود ساختہ کلیہ و قاعدہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے:

(۳) ''خدا تعالیٰ نے انی متوفیك پہلے لکھا اور رافعك کا بعد اس کے بیان فرمایا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ وفات پہلے ہوئی اور رفع بعد از وفات ہوا''۔

(خزائن: جلد۳، ص۳۳۰)

''قرآن میں تقدیم و تاخیر تحریف قرآنی ہے جو کہ جائز نہیں''

مرزا کے اس مذکورہ دعوے کی تصدیق کے لیے قرآنی اسلوب کی طرف رجوع کرتے ہیں:

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوةَ وَ ارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ۔

(البقرة: ۴۳)

اس آیت میں پہلے نماز کا ذکر ہے پھر زکوٰۃ کا، اس کے بعد رکوع کرنے کا۔

اَوْحَیْنَا اِلَیْكَ کَمَا اَوْحَیْنَا اِلٰی نُوْحٍ وَّ النَّبِیّٖنَ مِنْ بَعْدِهٖ وَ اَوْحَیْنَا اِلٰی اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ عِیْسٰی وَ اَیُّوْبَ وَ یُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَیْمٰنَ۔

(النسا: ۱۶۳)

آیت کی ترتیب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت ایوب، حضرت یونس، حضرت ھارون اور سلیمان علیہم السلام سے پہلے ہیں جب کہ قرآن وحدیث اس پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے آقا کریم ﷺ کے علاوہ سب انبیاء و رسل سے آخر میں ہیں۔ اگر مرزا غلام کا خود ساختہ اصول مانا جائے تو حضرت عیسی علیہ السلام، حضرت یونس، حضرت ہارون اور حضرت سلیمان علیہم السلام سے پہلے ہوں گے جب کہ یہ عقلی ونقلی نصوص کے خلاف ہے۔

قرآن کا ''اسلوب تقدیم وتاخیر'' ہے جس کا اطلاق ہمیں قرآن مجید میں کئی مقامات پر دکھائی دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس نے متوفیک کے معنی ممیتك کے لیے ہیں جب کہ مرزا پر یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ''یاعیسیٰ انی متوفیك و رافعك الی ''میں حضرت عبداللہ بن عباس اس آیت میں تقدیم وتاخیر کے قائل ہیں۔ تفسیر درمنثور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت اس طرح منقول ہے:

"و اخرج اسحاق بن بشر، و ابن عساكر من طريق جوهر عن الضحاك عن فى قوله:[انى متوفيك ورافعك] يعنى رافعك ثم متوفيك فى آخرالزمان۔

ترجمہ: حضرت مسیح علیہ السلام کو پہلے جسم وروح کے ساتھ اٹھایا جائے گا اس کے بعد آخری زمانے میں وفات دی جائے گی۔

فى الآية تقديم وتأخير،تقديره:إنى رافعك إلىَّ ومطهّرك من الذين كفروا، ومتوفيك بعد ذلك۔

(تفسير زاد المسير فى علم التفسير / ابن الجوزى)

فيه تقديم معناه:رافعك ومتوفيك بعد ذلك۔

(تفسیر تفسیر القرآن/ ابن عبدالسلام)

وأخرج ابن أبى حاتم عن قتادة [إنى متوفيك ورافعك إلىّ] قال: هذا من المقدم والمؤخر: أى رافعك إلىّ ومتوفيك۔

(تفسير الدر المنثور فى التفسير بالمأثور/ السيوطى)

فيها تقديم، يقول: رافعك إلىَّ من الدنيا، ومتوفيك حين تنزل من السماء على عهد الدجال، يقول: إنى رافعك إلىَّ الآن ومتوفيك بعد قتل الدجال، يقول: رافعك إلى فى السماء۔

(تفسیر مقاتل بن سلیمان/ مقاتل بن سلیمان)

فأماالنحويون فيقولون هوعلى التقديم والتأخيرإنى رافعك ومتوفيك لأن الواولاتوجب الترتيب بدلالة۔

(تفسير مجمع البيان فى تفسير القرآن/ الطبرسى)

ان فيه تقديماً وتأخيراً، ومعناه إنى رافعك، ومتوفيك۔

(تفسير التبيان الجامع لعلوم القرآن/ الطوسى)

پس ان حقائق سے معلوم ہوا کہ تقدیم وتاخیر قرآن کا ایک امتیازی اسلوب ہے جس کا اطلاق ہمیں جا بجا قرآن میں دکھائی دیتا ہے۔ حضرت ابن عباس بھی قرآن کے اسی اسلوب کے معترف ہیں۔ جب کہ ابن جوزی، ابن سلام، السیوطی، مقاتل بن سلیمان، الطبری اور جمہور نے قرآن کے اسی اسلوب کو اپنی اپنی تفاسیر کی زینت بنایا ہے اس کے باوجود حیرت ہے کہ مرزا ہی اس قرآنی بصیرت سے محروم ہی نہیں بلکہ ہوائے نفس ''مسیح موعود'' کی خاطر قرآن کے اس اسلوب کا انکاری بھی ہے۔

(۴) قادیانی، وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ثابت کرنے کے لئے آیت بھی پیش کرتے ہیں فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ۔ (مائدہ:۱۱۷)

ترجمہ: مگر جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تو ہی ان پر نگراں تھا، تو ہر چیز پر گواہ ہے۔

یہاں اگر وفات بمعنی موت بھی ہو تو یہ قیامت کا معاملہ ہے۔ سورہ مائدہ کی آیت ۱۰۹ سے ۱۲۰ تک یہ ساری گفتگو روز قیامت سے متعلق ہے۔ کس نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کبھی وفات نہیں پائیں گے اور روز قیامت نزول کے بعد اپنی وفات کا ذکر نہیں کرسکیں گے؟ شاید قادیانیوں نے یہاں ''قال اللہ ''اور''قال سبحنك ''میں ماضی کے صیغے دیکھنے سے یہ سمجھا کہ یہ ماضی کی باتیں ہیں اور قیامت کا دن ابھی گذرا ہی نہیں۔ حالاں کہ کلام فصیح میں مستقبل کی بات کو جو یقینی ہونے والی ہو تو ہزار جگہ ماضی کے صیغے سے تعبیر کرتے ہیں اور قرآن میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں:

دیکھئے سورہ اعراف:

”ونادیٰ اصحب الجنة اصحب النار“۔

یعنی جنتیوں نے دوزخیوں کا پکارا کہ ہم نے تو پالیا جو وعدہ دیا ہمیں ہمارے رب نے سچا کیا۔ تم نے بھی پایا جو تمہیں وعدہ دیا تھا سچا۔

''قالوا نعم'' ۔

وہ بولے ہاں۔

''فاذن مؤذن بینهم''۔

تو ندا دی ایک ندا دینے والے نے کہا کہ خدا کی پھٹکار ستم گاروں پر۔

''ونادوا اصحب الجنة ان سلام علیکم''۔

اعراف والے پکارے جنت والوں کو، سلام تم پر۔

''ونادیٰ اصحب الاعراف رجالا یعرفونهم بسیمٰهم''۔

اور اعراف والے پکارے دوزخیوں کو ان کی علامت سے پہچان کرو۔

''نادی اصحب النار اصحب الجنة ''اور دوزخی پکارے جنتیوں کو کہ ہمیں اپنے پانی وغیرہ سے کچھ دو۔

''قالوا ان اللہ حرمهما علی الکفرین'' ۔

بولے اللہ نے یہ نعمتیں کافروں پر حرام کی ہیں۔

(۵) قادیانی سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۵۵ کے لیے تائیدی تراجم میں سر سید، غلام احمد پرویز، عنایت اللہ مشرقی، عبید اللہ سندھی، مولوی اشرف علی تھانوی، عبدالماجد دریا آبادی اور جاوید احمد غامدی کے تراجم پیش کرتے ہیں۔

ان کے دعوے کے مطابق اگر تسلیم بھی کرلیا جائے تو کیا قرآن وحدیث، صحابہ، تابعین اور سلف صالحین کے مقابلے میں ان کی بات مانی جاسکتی ہے؟ ہرگز ہرگز نہیں۔ قادیانی سمیت دنیا بھر کے کسی بھی مترجم کے ترجمہ کی ذرہ برابر بھی وقعت نہیں ہوسکتی چہ جائیکہ اس پر خود ساختہ ''مسیح موعود'' کی عمارت تعمیر کی جائے۔

فکری تضاد:

مرزا غلام قادیانی رقم طراز ہے:

”هذا هو موسیٰ فتی اللہ الذی اشار فی کتابه الیٰ حیاته‘ وفرض علینا ان مؤمن بانه حی فی السماء ولم یمت ولیس من المیتین“

(یہ وہی موسیٰ مرد خدا ہے جس کی نسبت قرآن میں اشارہ ہے کہ وہ زندہ ہے اور ہم پر فرض ہو گیا کہ ہم اس پر ایمان لاویں کہ وہ زندہ آسمان میں موجود ہے اور وہ مرے نہیں اور مردوں میں سے نہیں)۔

(روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۶۸، ۶۹)

موسیٰ علیہ السلام کی حیات سماوی کو ماننا فرض ہے جب کہ حضرت عیسیٰ

علیہ السلام کی وفات کو ثابت کرنے کے لیے انہیں قرآن میں معنوی تحریف ،احادیث کا انکار اور جمہور محققین کی تحقیقات سے انحراف جیسے جرائم کا ارتکاب ہی کیوں نہ کرنا پڑے وہ اس سے دریغ نہیں کرتے کیوں کہ اس کے بغیر خود ساختہ دعویٰ اور خواہش نفسانی ''مسیح موعود'' ممکن ہی نہیں۔ اگر وہ اوران کے پیرو کار اس عبارت پر ایمان رکھتے ہیں تو ان کے مذہب کی عمارت خود بہ خود زمین بوس ہو جاتی ہے جس کی بنیاد انہوں نے وفات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر رکھی ہے۔ یہ عبارت اپنے معنی ومفہوم کے اعتبار سے اتنی واضح وصریح ہے کہ اس میں تاویل کی گنجائش ہی نہیں۔ بفرض محال ان کا کوئی عقیدت مند کہے کہ اس سے مراد برزخی حیات ہے تو یہ تاویل بھی قابل قبول نہیں کیوں کہ حیات برزخی کا آغاز موت کے بعد شروع ہوتا ہے۔ مرزا کے عقیدے کے مطابق ''جو جسم وروح کے ساتھ زندہ ہو اور جس کا شمار مردوں میں بھی نہیں تو اس پر حیات برزخی کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اس طرح جو دلائل وفات حضرت عیسٰی علیہ السلام پر انہوں نے قائم کئے تھے وہ خود بہ خود تار تار ہو جاتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ''۔

(ہر نفس کو موت کا مزا چکھنا ہے)

مفکر اسلام اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

''موت ایسی چیز ہے کہ سوائے ذات باری عز جلالہ کے کوئی اس سے نہیں بچے گا''۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ چہارم، ص ۵۲۱)

''تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر تصدیق وعدہ الٰہیہ کے لیے محض ایک آن کی موت طاری ہوتی ہے پھر فوراً ان کو ویسے ہی حیات عطا فرما دی جاتی ہے۔'' (حصہ سوم، ص ۳۶۲)

''چار انبیاء علیہم السلام وہ ہیں جن پر ابھی تک موت ایک آن کے لیے بھی طاری نہیں۔ دو آسمان پر سیدنا ادریس علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور دو زمیں پر سیدنا الیاس علیہ السلام اور سیدنا حضرت خضر علیہ السلام''۔ (ایضاً صفحہ: ۵۰۵)

پس معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دائمی حیات (جس پر موت کا اطلاق نہ ہو) اور نزول سے قبل وفات حضرت مسیح کا عقیدہ مرزا کے دھرم کا اصولی و بنیادی ہے جو اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔

طالب توجہ:

تمام قادیانی مترجمین نے ''رافعك'' کا ترجمہ ''تجھے اپنی جناب میں عزت بخشوں گا'' کیا ہے۔ اس کے برعکس مفکر اسلام اعلیٰ حضرت اور جمہور نے اس کا ترجمہ آسمان کی طرف جسم وروح کے ساتھ زندہ اٹھانے سے کیا ہے اگر ''رفع الی السماء'' مان لیا جائے تو وفات حضرت عیسیٰ پر مرزا نے اپنے ''موعود مسیح'' کی جو خود ساختہ بنیاد رکھی ہے وہ خود بہ خود زمین بوس ہو جائے گی۔ ہوائے نفسی کا اسیر ہو کر دنیائے قادیان نے جمہور سے ہٹ کر ترجمہ ''تجھے اپنی جناب میں عزت بخشوں گا'' کیا ہے جو قول راجح کے خلاف ہے، اگر کسی انفرادی مفسر کا کوئی تائیدی ترجمہ مل بھی جائے تو مرزا کو جائے پناہ نہیں مل سکتی کیوں کہ النادر كالمعدوم، الشاذ كالمعدوم اور القليل كالمعدوم ۔ یعنی قول راجح کے مقابلے میں قول مرجوح کی کوئی حیثیت ہی نہیں کہ اس پر مسیح موعود جیسا عقیدہ گھڑ کر امت کو گمراہ کرنے کی ناکام کوشش کی جائے۔

مفکر اسلام اعلیٰ حضرت مزید فرماتے ہیں:

''اپنی مسیحیت قائم رکھنے کو نہایت کھلے طور پر تمام معجزات مسیح اور تصریحات قرآن عظیم سے صاف انکار، پھر مہدی و رسول و نبی ہونے کا دعویٰ، مسلمان تو مکذب قرآن کو مسلمان بھی نہیں کہہ سکتے، قطعا کافر، مرتد، زندیق، بے دین۔'' (قهر الديان علىٰ مرتد بقاديان)

''مسیح سے مثیل مسیح مراد لینا تحریف نصوص ہے کہ یہ عادت یہود ہے، بے دینی کی بڑی ڈھال یہی ہے کہ نصوص کے معنی بدل دیں "يحرفون الكلم عن مواضعه" ایسی تاویل گھڑنی نصوص شریعت سے استہزا اور احکام و ارشادات کو درہم برہم کر دینا ہے۔ جس جگہ جس چیز کا ذکر آیا کہہ سکتے ہیں وہ شے خود مراد نہیں اس کا مثیل مقصود ہے۔ کیا یہ اس کی نظیر نہیں جو اباحیہ ملاعنہ کہا کرتے ہیں کہ نماز و روزہ فرض ہے نہ شراب و زنا حرام بلکہ وہ اچھے لوگوں کے نام ہیں جن سے محبت کا حکم ہمیں دیا گیا اور یہ کچھ بدوں کے جن سے عداوت کا۔''

(الجراز الديانى على المرتد القاديانى)

''یہ آیت کریمہ ہر طرح ناطق کہ حضرت انبیاء اور عموما حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام خصوصا مراد نہیں جہاں فرمایا (اموات غیر احیا) مردے ہیں زندہ نہیں۔ اموات سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ پہلے زندہ تھے پھر موت لاحق ہو لہٰذا ارشاد ہوا (غیر احیا) یہ وہ مردے ہیں کہ نہ اب زندہ ہیں نہ کبھی تھے، نرے جماد ہیں یہ بتوں پر ہی صادق ہے۔۔۔ یہ ضرور ہے عیسیٰ و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام سب کے لیے ثابت ہے۔ بے شک ایک وقت وہ آئے گا کہ جب مسیح علیہ السلام وفات پائیں گے اور روز قیامت ملائکہ کو بھی موت ہے۔ اس سے کب ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ہو چکی۔ (ایضا)

''حدیث کے یہ معنی گڑھے کہ نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر کو مسجد کر لیا۔ یہ صریح سپید جھوٹ ہے۔ نصاریٰ ہرگز حضرت مسیح کی قبر ہی نہیں مانتے اسے مسجد کر لینا تو دوسرا درجہ ہے۔۔۔ نصاریٰ مسیح علیہ السلام کی قبر کب مانتے ہیں؟ کہاں بتاتے ہیں؟ کس کس نصرانی نے اس قبر کو مسجد کر لیا جس کا مصطفیٰ ﷺ نے ذکر کیا؟ اس مسجد کا روئے زمین پر کہیں پتا ہے؟ ان نصرانیوں کا دنیا کے پردے پر کہیں نشان ہے؟ اور جب یہ نہ بتا سکو گے اور ہرگز نہیں بتا سکو گے تو اقرار کرو کہ تم نے محمد رسول اللہ ﷺ کے ذمے معاذ اللہ دروغ گوئی کا الزام لگانے کو حدیث کے یہ معنی گڑھے۔۔۔ اس میں شک نہیں کہ نصاریٰ ان انبیاء کی قبروں کی تعظیم کرتے ہیں جن کی تعظیم یہود کرتے ہیں۔ (ایضا)

الغرض مرزا نے پہلے مصلح پھر مجدد اس کے بعد مہدی و مسیح موعود اور آخر میں نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ خود ساختہ مسیح موعود پر فائز ہونے لیے اس نے مسلمانوں کے مسلمہ عقیدہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا اور وفات عیسیٰ کی من مانی تعبیر کی۔ اس کے برعکس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دائمی حیات کا تصور پیش کیا اس کے یہ دونوں عقیدے قرآن وحدیث، صحابہ، تابعین، سلف صالحین اور جمہور مفسرین کے خلاف ہیں۔ اس نے خود کو مسیح موعود ثابت کرنے کے لیے قرآن میں معنوی تحریف کی، حدیث کا انکار کیا، جمہور صحابہ سے انحراف کیا۔ خوساختہ نحو کا قاعدہ وضع کیا، قرآن کے اسلوب تقدیم و تاخیر کا منکر ہوا۔ جمہور کے مقابلے قول شاذ اور راجح کے مقابلے مرجوح کو ترجیح دے ڈالی۔ ''توفی'' کے حقیقی معنی کی بجائے بغیر قرینہ کے مجازی معنی مراد لیے۔ حضرت ابن عباس کے قول تقدیم و تاخیر سے صرف نظر کیا۔ معجزات حضرت مسیح علیہ السلام کا انکار کیا اور

خودساختہ الہام جیسے مصادر و مراجع کی بنیاد پر" وَ إِذْقَالَ اللّٰهُ يٰعِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ " (آل عمران:۵۵) کا مخدوش و مرجوح ترجمہ کر کے خود بھی گمراہ ہوا اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کی ناپاک کوشش کی۔

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

(۱)السّوء والعقاب علی المسیح الکذاب، امام احمد رضا خان۔

(۲)الجزاز الدیانی علی المرتد القادیانی، امام احمد رضا خان۔

(۳)الصارم الربانی علی اسراف القادیانی، علامہ حامد رضا خان۔

(٤)حیات عیسیٰ علیہ السلام،خاور رشید بٹ۔

(٥)حیات عیسیٰ علیہ السلام، خالد محمود۔

(٦) مسئلہ حیات و ممات مسیح علیہ السلام،ڈاکٹر محمد طاہر القادری۔

(٧) حیات سیدنا مسیح علیہ السلام،محمد مغیرہ۔

(٨)شمس الھدایۃ فی اثبات حیاۃ المسیح،پیر مہر علی شاہ گولڑوی۔

(٩)معیار المسیح، خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی۔

(١٠) لا مھدی الا عیسیٰ،بابو پیر بخش لاھوری۔

(١١)تحقیق صحیح فی قبر مسیح،بابو پیر بخش لاھوری۔

(١٢)الاستدال الصحیح فی حیاۃ المسیح،ابو پیر بخش لاھوری۔

(١٣)الکلام الفصیح فی تحقیقات حیات المسیح،مفتی السید محمد عرب مکی حنفی قادری۔

(۱۴) قادیانی مسیح کی نادانی اس کے خلیفہ کی زبانی،علامہ سید ابوالحسنات قادری۔

(۱۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر مرزائیوں کی دھوکہ بازیاں اوران کا جواب، مولانا غلام احمد اخگر۔

(۱۶) سری نگر کشمیر اور مسیح قادیانی، مولانا غلام احمد اخگر۔

(۱۷) فیصلہ آسمانی درباب مسیح قادیانی، مولانا سعید ابواحمد۔

(۱۸) اردو ترجمہ: تصدیق المسیح، مولانا فقیر محمد جہلمی۔

(۱۹) لفظ وفات کی تحقیق، مولانا سردار احمد چشتی۔

(۲۰) حیات مسیح، مولانا سردار احمد چشتی۔

(٢١) القول الصحیح فی اثبات حیات المسیح، مفتی محمد امید علی خان۔

(۲۲) حیات مسیح علیہ السلام، مولانا مہر الدین۔

(۲۳) حیات ونزول مسیح اور ولادت امام مہدی، ڈاکٹر محمد طاہر القادری۔

(۲۴)حیاۃ المسیح علیہ السلام، ڈاکٹر خواجہ شوکت علی دلدار۔

(۲۵) عقیدہ حیات مسیح اور فتنہ مرزائیت، علامہ محمد مہر الدین۔

(۲۶) مسیح اور مہدی کون؟ مولانا نذیر احمد سیالوی۔

(۲۷) اسلام اور حضرت عیسیٰ، مولانا فیض احمد اویسی۔

(٢٨)القول الفصیح فی قبر المسیح، مولانا فیض احمد اویسی۔

(٢٩) الامبر النجیع فی حیاۃ المسیح، مولانا فیض احمد اویسی۔

(٣٠)المھدی و المسیح، مولانا فیض احمد اویسی۔

(٣١)الجواب الصحیح فی حیاۃ المسیح، پیر غلام رسول قادری۔

(٣٢) الالھام الصحیح فی اثبات حیاۃ المسیح،پیر غلام رسول نقشبندی حنفی امرتسری۔

(۳۳) اثبات قرآن درحیات مسیح ربانی، محمد شریف قریشی۔

☆

حجۃ الاسلام اور اسلامی سیاست کا تصور

(کتاب حیات حجۃ الاسلام کے تناظر میں)

از۔ مفتی محمود احمد رفاقتی

مذہبی جماعتوں میں شرکت: حضرت اقدس حجۃ الاسلام، شیخ الانام قدس سرہ کی ذات گرامی بندوں کے درمیان خداوند کریم جل شانہ کی ایک عظیم نعمت تھی۔ پیشوائے اسلام، رہبر قوم اور علمی رہنما میں جو خوبیاں اور صفات ہوتی ہیں وہ سب حضور (حجۃ الاسلام) کی ذات میں جمع تھیں۔ اسلامی سیاست، مذہبی وملی خلافت، رفاہی، اصلاحی و فلاحی کاموں میں بھی ان کے کارنامے بڑے وقیع ہیں، رسالوں اور اخباروں کے صفحوں پر ان کی رودادیں بکھری پڑی ہیں، ممکن سعی و کاوش سے بہت سے احوال ووقائع تلاش ہوئے، وہ ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

شہدائے جنگ بلقان: ۱۹۱۲ء میں جنگ بلقان میں ترکوں کی پسپائی کی خبر سے مسلمانان ہند میں اضطراب والتہاب کی جولہر دوڑی اس کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے، علمائے بدایوں، رامپور، الہ آباد، کانپور اور لکھنؤ میں اس موقع پر بڑی سرگرمی سے شہداء کے وارثوں اور مجروحین کی امداد واعانت کے لیے چندے کیے، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی عظمتوں کا آوازہ بلند تھا، حضرت حجۃ الاسلام کا دور شباب، آپ نے ان تمام علماء کے ساتھ تعاون فرمایا، ۲۰؍اکتوبر ۱۹۱۲ء کو ایک عظیم الشان جلسہ بلایا جس میں آپ کے علاوہ حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب اور حضرت مولانا قطب الدین صاحب برہمچاری نے تقریریں فرمائیں اور چندے کی اپیل فرمائی، اعلیٰ حضرت امام اہل سنت شریک جلسہ تھے، سب سے پہلے آپ نے ہی چندہ کی مد میں فی الوقت ۵۰؍روپے عطا فرمایا، شہر بریلی میں دورہ فرما کر حضرت حجۃ الاسلام نے چندہ فرمایا اور بعد میں ہزاروں روپے جمع کرا کے مولانا سید سلیمان اشرف کو بھجوائے، اس جلسہ کے انعقاد پر مشہور دیوبندی عالم مرتضی حسن چاند پوری (دربھنگی) نے طنز کیا تو حسن نظامی نے جنگ بلقان کی خدمات کو بھرپور خراج پیش کیا۔

مجلس مؤید الاسلام فرنگی محل کا خصوصی اجلاس: ۱۸؍اگست ۱۹۱۷ء میں وزیر ہند ''مسٹر مانٹی گو'' ہندوستان کے دورے پر آیا تھا، حضرت مولانا محمد عبدالباری فرنگی محلی نے مجلس مؤید الاسلام کے ماتحت تمام مکاتب کے علماء کو مسلمانانِ ہند کے مطالبات مرتب کرنے کے لئے لکھنؤ آنے کی دعوت دی، حسب معمول وہ بریلی تشریف لائے اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قبلہ سے ملاقات فرمائی اور حالات حاضرہ پر تفصیلی گفتگو فرما کر اگلا پروگرام مرتب فرمایا، چنانچہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے حضرت حجۃ الاسلام اور شمس العلماء حضرت مولانا ظہور الحسین صدر المدرسین دار العلوم منظر اسلام، حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی صاحب اور استاذ العلماء مولانا شاہ رحم الٰہی صاحب کو اس اجتماع خاص میں شرکت کے

لیے روانہ فرمایا، حضرت حجۃ الاسلام نے اپنا موقف مسلمانان ہند کی فلاح و بہبود کے لئے پرزور طریقے سے پیش فرمایا، سبھوں نے آپ کی رائے سے اتفاق کیا اور وہ مطالبات حضرت مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلی نے ایک وفد کے ساتھ وزیر ہند کو پیش فرمایا جس میں کچھ مطالبات پر عمل درآمد بھی ہوا، اسی میں ایک تجویز نظام قضا کے متعلق بھی تھی جس پر وزیر ہند نے غور کرنے کا وعدہ کیا لیکن اس کا ایفاء نہ ہوا، مسلمانوں کے نظام قضا کے نفاذ کے لیے تجویز ومطالبات اخباروں ورسائل کے صفحوں میں محفوظ ہیں اس سے اندازہ لگتا ہے کہ علمائے ملت کو اپنے فرائض کی بجا آوری کا کتنا زبردست احساس وخیال تھا۔

جماعت انصار الاسلام کا قیام اور مقاصد: تحریک خلافت، تحریک ہجرت، تحریک ترک موالات اور تحریک اتحاد ہنود کے زمانہ میں جو بے نمکی اور شوراشوری تھی اس کی تفصیل صفحات گزشتہ میں گزر چکی، جماعت انصار الاسلام کا قیام عمل میں آیا۔ اس کے بانیوں میں حجۃ الاسلام، حضرت مولانا حسنین رضا خاں اور مداح الحبیب جمیل الرحمٰن جمیل بریلوی کا نام نامی ممتاز ونمایاں ہے۔ اس کے قیام میں صدر الافاضل مولانا حکیم نعیم الدین مرادآبادی اور مولانا عبد الاحد پیلی بھیتی کا بھی کردار نمایاں دیکھا جاسکتا ہے۔ حضرت مولانا سید سلیمان اشرف، حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ الوری اور حضرت مولانا معوان حسین مجددی کا سرگرم تعاون جماعت انصار الاسلام کو حاصل تھا۔ اس کا مقصد سلطنت اسلامیہ کی بقدر استطاعت اعانت اور مقامات مقدسہ کا تحفظ اور مسلمانوں کو اپنے مقدمات کے تصفیہ کے باہمی شوریٰ پر مائل کرنا تھا اور مسلمانوں کو غیر شرعی حرکات وسکنات سے روکنا اور اچھی باتوں کی طرف بھی راغب کرانا تھا اور ایک اہم مقصد لیڈروں کی غلط روش سے مسلمانوں کی حفاظت بھی تھا۔

جماعت انصار الاسلام کانفرنس: امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے حکم مبارک سے حضرت حجۃ الاسلام اور حضرت مولانا حسنین رضا خاں قدس سرہما نے حالات حاضرہ، مقامات مقدسہ، احکام اسلام اور عقائد حقہ کی تبلیغ کے لیے انصار الاسلام کانفرنس کے انعقاد کا انتظام فرمایا، پوری تیاری کے بعد اخباروں میں کانفرنسوں کی تاریخوں کا اعلان شائع کرایا، ایک اعلان ''دبدبۂ سکندری'' رامپور کی اشاعت ۳؍مئی ۱۹۲۱ء میں شائع ہوا جس کا عنوان ''اجیبوا داعی الی اللہ'' تھا۔ چونکہ اس اعلان سے کانفرنس کے مقاصد پر روشنی پڑتی ہے، اس کی نقل درج کرتے ہیں:

''مسلمانو! اسلام وہ اسلام کہ کن کن عظیم اذیتوں کی برداشت سے حضور انور علیہ افضل الصلوٰۃ والثناء نے اس کا باغ لگایا، صحابہ کرام اور اہل بیعت عظام علیہم الرضوان نے اپنے مبارک خونوں سے اسے سینچا، آج وہ کیسے کیسے شدائد ومصائب نہ بیرونی، بلکہ اندرونی میں ہر طرح کی بلاؤں میں گھرا ہے، حفاظت اسلام وسلطنت اسلام واماکن اسلام وعقائد اسلام واحکام اسلام میں باذنہ تعالیٰ ممکن ونافع وجائز تدابیر پر غور کرنے کے لیے اور توکل علی المولیٰ سبحانہ وتعالیٰ انہیں عمل میں لانے کے لیے علمائے اہل سنت و جماعت نے جماعت انصار الاسلام بتوفیقہ تعالیٰ قائم کی ہے۔ جس کا پہلا اجلاس بعونہ تعالیٰ ۲۲، ۲۳، ۲۴؍شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ مطابق ۲، ۳، ۴؍مئی ۱۹۲۱ء بروز دوشنبہ، سہ شنبہ، چہار شنبہ کو مسجد بی بی جی بریلی میں قرار پایا ہے، مشاہیر علمائے کرام تشریف لائیں گے، برادران اہل سنت سے

دست بستہ التماس ہے کہ ضرور شریک جلسہ ہو کر خادمان سنت کو شاکرو ممنون فرمائیں، اجلاس عام میں تقریر کرنے یا تحریر پڑھنے کا اختیار انہیں کو ہو گا جنہیں صدر جلسہ نے اجازت دی ہو۔''

۲۳ر مئی ۱۹۲۱ء کے ''دبدبۂ سکندری'' میں کانفرنس کی تجاویز اور جماعت انصار الاسلام کے مقاصد کی اشاعت ہوئی، ہمارے پیش نظر صدر اجلاس جماعت انصار الاسلام (تاج العلماء) حضرت مولانا سید شاہ محمد میاں سجادہ نشین مارہرہ مطہرہ کا خطبہ صدارت ہے جو کانفرنس سے چند ماہ بعد ربیع الآخر ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء میں تاخیر سے انہیں کی طرف سے شائع ہوا اور ڈاکٹر مسعود احمد نقشبندی مجددی کی ''تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم'' میں بھی درج ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کانفرنس میں رئیس العلماء حضرت مولانا سید سلیمان اشرف مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، شیخ المحدثین حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ الوری، حضرت ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین قادری رضوی اور صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی نے کانفرنس کے اجلاسوں میں بڑی پُر زور تقریریں فرمائیں اور اپنے دلائل سے حالات حاضرہ اور تحریکات حاضرہ کا آپریشن کیا، خطبۂ صدارت بہت چست، جاندار اور مدلل ہے، حضرت حجۃ الاسلام کی مساعی جمیلہ سے کانفرنس حد درجہ کامیاب رہی، اس کی سب سے بڑی کامیابی یہی رہی کہ کانفرنس کے ایک دن پہلے حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے روزنامہ ''ہمدم'' میں اپنا توبہ نامہ شائع کرا دیا جس سے بریلی کے گاندھویوں کے حلقہ میں صف ماتم بچھ گئی۔

تجاویز جماعت انصار الاسلام کانفرنس:

(۱) علمائے اہل سنت اور مسلمانان بریلی کا یہ عظیم الشان جلسہ گورنمنٹ برطانیہ سے پُرزور مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنا اور تمام اتحادیوں کا اثر جزیرۃ العرب سے اٹھا کر مسلمانوں کو مذہبی دست اندازی کی تکلیف سے معاف رکھے۔

(۲) یہ جلسہ گورنمنٹ برطانیہ سے زبردست مطالبہ کرتا ہے کہ وہ مظلومین'' سمرنا'' وغیرہ کی مالی اعانت اور ارسال زر کے قابل اطمینان ذرائع باہم پہنچائے۔

(۳) یہ جلسہ ترک و عرب میں ایک وفد بھیجنا تجویز کرتا ہے اور گورنمنٹ سے زور کے ساتھ مطالبہ کرتا ہے کہ عرب میں وفود کی ذمہ داری قبول کرے، یہ جلسلہ تجویز کرتا ہے کہ ان مطالبات کے لیے گورنمنٹ کے پاس وفد بھیجا جائے۔

(۴) یہ جلسہ مسلمانوں کو پورے زور کے ساتھ ترغیب دیتا ہے کہ اپنے تمام مقدمات جن کو آپس میں طے کرنے کے مجاز ہیں، مطابق شرع شریف فیصلہ کریں اور کچہریوں کی مقدمہ بازی سے فریقین کی تباہی ہوتی ہے (اس سے) بچیں۔

(۵) یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ گورنمنٹ، قانون ایسا بنائے جس سے کسی اسلامی مسئلہ کو مضرت نہ پہنچے یا پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اس کی ضرور ترمیم چاہی جائے اور اس کی جائز کوشش کی جائے اور ایسی کوشش انتہاء تک پہنچائی جائے۔

(۶) یہ جلسہ اپنے مسلمان بھائیوں کو اپنی خاص تجارت کو بڑھانے کی ترغیب دیتا ہے اور اس کے ذرائع کی توسیع اور حتی الوسع اور حتی الامکان ان صورتوں کے باہم پہنچانے پر توجہ دلاتا ہے جن سے کسی مسلمان کو غیر مسلم کی تجارت کی احتیاج نہ رہے۔

(۷) یہ جلسہ اپنے مسلمان بھائیوں کو اسلامی بینک کھولنے پر توجہ دلاتا

ہے تاکہ مسلمان غیر مسلموں کے دست برد سے بچیں۔

(۸) یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ تجار اور رؤسا سے ایک اسلامی خزانہ فنڈ قائم کرنے کی تحریک کی جائے جس میں ماہ بماہ یا سال بہ سال کچھ رقم جمع کی جاتی رہے کہ وقتاً فوقتاً مسلموں کی تجارت کی توسیع کی ضرورتوں نیز اعانت اسلام اور ضرورت اسلام میں کام آئے۔

(۹) یہ جلسہ مسلمانوں کو علم دین مذہب اہل سنت و جماعت کے مطابق علمائے حرمین شریفین کی اشاعت پر نہایت تاکید سے توجہ دلاتا ہے۔

(۱۰) یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ جو غلط طریقہ، ناجائز راستے، مضر وطیرے، غلط لباس جو خلاف شرع پہنائے گئے ہیں ان کی شناعت پر مسلمانوں کو تحریراً و تقریراً مطلع کرے۔

سنی تبلیغی کانفرنس کے شاندار اجلاس: تمام ہندوستان کے مشہور افاضل، نامور علمائے کرام، اکابر مشائخ، ممتاز سجادہ نشینان، معزز رؤسا، منتخب اہل زبان اور تبلیغی وفود و وکلاء کا اجتماع مسلمانوں کے اہم ترین مقاصد، تعلیم، تبلیغ، معاشرت، ادائے قرض، باہمی تعلقات اور دوسرے امور میں مسلمانوں کی رہنمائی، ضروری اصلاحات کے لیے تنظیم اہل سنت نے بتاریخ ۲۰ تا ۲۳ شعبان ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۶ تا ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء کو اجلاس منعقد کیا، امید کے حامیان اسلام اس اہم اور ضروری کانفرنس کی شرکت، مسلمانوں کے روز افزوں تنزل وانحطاط کو دور کرنے کے لیے ضروری خیال فرمائیں گے۔

الداعیان: (قاضی مولوی) محمد امداد حسین، رئیس اعظم مراد آباد و صدر انجمن اہل سنت و جماعت۔

(حضرت حامیِ دین حجۃ الاسلام، مولانا مولوی، حاجی، قاری واعظ محمد نعیم الدین ناظم انجمن)

(حضرت حامیٔ سنیت، شیخ الانام، مولانا مولوی حاجی قاری شاہ محمد حامد رضا خاں قادری نوری رضوی، رئیس بریلی، صدر مجلس استقبالیہ)

(جناب میر سید محمد صابر علی، رئیس ناظم مجلس استقبالیہ)

(جناب صوفی سید شاہ حافظ مشہود حسین، رئیس وسجادہ نشین خانقاہ محمدیہ)

حضرت اقدس حجۃ الاسلام اور حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی اور حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھہ شریف، حضرت مولانا شاہ احمد مختار صدیقی میرٹھی اور حضرت مولانا شاہ معوان حسین فاروقی نقشبندی مجددی رامپور کی مساعی جلیلہ سے کانفرنس بہت ہی شان وشوکت سے منعقد ہوئی، دور دور سے علمائے حق، مشائخ کبار، وکلاء، رؤسا اور عمائد قوم تشریف لاکر شریک اجلاس ہوئے۔

جمعیۃ عالیہ سنی کانفرنس کی تاسیس: ۲۰ تا ۲۳ شعبان المعظم ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۶ تا ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء کی تاریخیں تھیں، مرادآباد میں جامعہ نعیمیہ کا عظیم الشان میدان تھا، باہمی اتفاق واتحاد اور صلاح و فلاح کے لیے ملک وملت کے رہنماؤں جس میں ڈھائی سوا کابر اہل سنت تشریف فرما ہوئے، اس دور کے مقتدر علماء و مشائخ، شیخ المشائخ، شبیہ غوث اعظم تاج العرفاء حضرت مولانا سید شاہ علی حسین اشرفی میاں، سجادہ نشین کچھوچھہ مقدسہ، عالم ربانی حضرت مولانا سید شاہ احمد اشرف اشرفی جیلانی، رئیس العلماء حضرت مولانا سید شاہ محمد سلیمان اشرف چشتی نظامی فخری سلیمانی نوری، صدر شعبۂ دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، قطب عالم حضرت مولانا پیر سید جماعت علی شاہ

محدث علی پور، حضرت استاذ العلماء مولانا شاہ معوان حسین نقشبندی مجددی خلف اصغر و جانشین قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین رامپوری، حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھہ شریف، مجاہد ملت حضرت مولانا شاہ احمد مختار صدیقی میرٹھی، مبلغ اسلام حضرت مولانا شاہ غلام قطب الدین برہمچاری چشتی نظامی فخری سلیمانی حافظی اشرفی، حضرت استاذ العلماء مولانا شاہ عبدالمجید آنولوی، حضرت علامہ یٰسین عباسی چریاکوٹی، حضرت مولانا ابوالفتح محمد حشمت علی خاں قادری رضوی لکھنوی، حضرت صدرالشریعہ مولانا حکیم امجد علی قادری رضوی اعظمی، حضرت مفتی اعظم ہند حضرت مولانا شاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری برکاتی بریلوی، تاج العلماء حضرت مولانا شاہ سید محمد میاں، سجادہ نشین مارہرہ شریف، حضرت شیخ المحدثین مولانا سید دیدار علی شاہ الوری، حضرت ملک العلماء مولانا شاہ سید محمد ظفرالدین قادری رضوی عظیم آبادی علیہم الرحمہ کے وجود مسعود سے انوار و تجلیات ربانی کی برکھا برس رہی تھی۔ اس اجلاس میں حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی لیکن حضرت مولانا حشمت علی خاں اور حضرت مولانا سید شاہ محمد میاں مارہرہ شریف کے اختلاف کرنے کی وجہ سے بروقت انہیں ٹیلی گرام دے کر انہیں روک دیا گیا، اس کا حضرت حجۃ الاسلام اور حضرت صدرالافاضل پر خاص اثر ہوا۔ حضرت صدرالافاضل نے ۲۸/اکتوبر ۱۹۴۵ء کے ''الفقیہ'' میں ''سنی کانفرنس کے سلسلہ میں مہربانوں کی عنایتیں'' کے زیرعنوان ایک پُردرد مضمون تحریر فرمایا۔ مگر چند سنی حضرات جو اس وقت اجتماع میں شریک تھے ان سے یہ اجتماع دیکھا نہیں جاتا تھا، انہیں نہایت رنج تھا بہت کرب و قلق تھا اور وہ اس خالص سنی اجتماع کو ندوہ اور ناجائز بتا رہے تھے۔ وہ وقت تو گزر گیا اور پھر ان میں سے بعض صاحبوں نے معافی مانگی اور توبہ کی، اعتراف کیا کہ انہوں نے خالص دینی کام میں رخنہ ڈالا تھا۔ مگر مجھے ان حضرات کے طریق عمل سے اتنی تکلیف پہنچی تھی کہ میں ساقط ہو گیا، عرصہ تک خاموش بیٹھا رہا۔

سرکار کچھوچھہ مقدسہ کا خطبۂ صدارت: اس اجلاس میں حضرت شیخ المشائخ سرکار کچھوچھہ مقدسہ کی ذات سبھوں کے لیے قابل احترام و اکرام تھی، حضرت قطب عالم مولانا پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری نے حضرت محبوب ربانی سرکار کچھوچھہ مقدسہ کے لیے تحریک فرمائی کہ اس عظیم الشان اجلاس کی صدارت حضرت کو کرنی چاہیے، تمام علماء نے بجز چند حضرات کے سب نے تائید فرمائی، حضرت محبوب ربانی سے عرض کیا گیا، تو حضرت نے پہلے تامل فرمایا اور حضرت حجۃ الاسلام کے لیے ارشاد فرمایا، حضرت حجۃ الاسلام نے فرمایا کہ حضرت محبوب ربانی ہی ہر طرح صدارت کے مستحق ہیں قبول فرمائیں، حضرت نے خطبۂ صدارت خود ہی تحریر فرمایا اور حضرت کے نواسۂ حقیقی حضرت مولانا ابوالمحامد سید محمد اشرف اشرفی جیلانی محدث اعظم ہند نے اجلاس میں برسر اجلاس سنانے کا شرف حاصل فرمایا۔ ''ماہنامہ اشرفی'' کچھوچھہ مقدسہ میں شوال المکرم ۱۳۴۳ھ مطابق مئی ۱۹۲۵ء میں یہ خطبۂ صدارت شائع ہوا۔ ہماری حقیر نگاہوں کو خطبۂ اشرفیہ کا دیدار نصیب تو نہیں ہوا لیکن مختلف مقالوں میں اس کے اقتباس گزرے، بڑا ایمان افروز خطبہ ہے۔

تجاویز سنی کانفرنس: سنی کانفرنس کے انعقاد کا مقصد صرف اجتماع اکابر و عمائد اسلام ہی نہ تھا بلکہ اس کا اولین محور و مرکز، امت

مسلمہ کی غلامی سے آزادی کے لیے عظیم وسائل کی تلاش تھا۔ کانفرنس میں روزانہ دو نشستیں ہوتی تھیں اور ہر پہلو پر سنجیدہ، متین و عمیق بحث اور غور و فکر ہوتا تھا۔ سبھی کی رائے سے ایک تنظیم کا وجود عمل میں لایا گیا جس کا نام ''الجمعیة العالیة المرکزیة ''معروف بہ ''سنی کانفرنس'' تجویز ہوا۔ کافی غور و خوض کے بعد قطب عالم حضرت مولانا پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری کو صدر منتخب کیا گیا اور حضرت صدر الافاضل ناظم اعلیٰ نامزد ہوئے۔ مجلس مشاورت میں جو تجاویز پاس ہوئیں ان کو امام العلماء حضرت مولانا شاہ احمد مختار صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ نے مجلس عام میں پیش فرمایا۔

(۱) یہ جلسہ مناسب سمجھتا ہے کہ ملک کے ہر حصہ، ہر صوبہ ہر شہر اور ہر گاؤں میں اہل سنت و جماعت کی کمیٹیاں قائم کی جائیں۔

(۲) اس جلسہ کی رائے میں جابجا تعلیم و تبلیغ کے مدارس جاری کیے جائیں۔

(۳) اس جلسے کے خیال میں سردست مرادآباد میں مرکزی کمیٹی کا قائم رہنا ضروری ہے۔

(۴) یہ جلسہ عام اس قانون پر جو اسمبلی نے حج کے متعلق پاس کیا ہے، ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے حاجیوں سے دونوں طرف کا کرایہ پہلے ہی وصول کر لینے کو حج کے لیے ''سنگ راہ'' خیال کرتا ہے۔

(۵) یہ اجلاس عام بادشاہ دولت خداداد افغانستان، امیر امان اللہ۔ خلداللہ تعالیٰ ملکہ۔ کے قتل مرتدین کو عین مطابق شرع شریف پاتا ہے اور اجرائے حدود شرعیہ پر مبارکباد دیتا ہے اور جن اخباروں نے اس کے خلاف آواز بلند کی وہ بالیقین دین متین سے بے خبر و جاہل ہے۔ ان کی اس خلاف شرع آواز پر سخت نفرت و حقارت کا اظہار کرتا ہے۔ یہ اجلاس عام جو سات کروڑ مسلمانان ہند کا قائم مقام اور ہر حصہ ملک کے علماء و مشائخ پر مشتمل ہے، مرزائیوں کی صدائے احتجاج کی بنا پر لیگ آف نیشنل اور گورنمنٹ آف انڈیا کو توجہ دلاتا ہے کہ حکومت افغانستان کا ''ہلاکت قادیان'' مذہبی مسئلہ ہے، اس میں کسی بھی حکومت کی مخالفانہ آواز صریح مذہبی مداخلت ہوگی جس کو مسلمان کسی طرح گوارہ نہیں کر سکتے لہٰذا لیگ اور گورنمنٹ کو اس مسئلہ میں ہرگز دخل نہ دینا چاہیئے۔

(۷) ابن سعود نجدی ملعون کے قبضۂ غاصبانہ حجاز مقدس اور حرمین شریفین میں ظالمانہ حرکات کے خلاف بھی صدائے احتجاج بلند کی گئی اور مسلمانوں کو امسال سفر حج سے بخوف و بے امنی روکا گیا۔

(۸) ۲۴ر دسمبر ۱۹۲۴ء کو ''بلگام'' میں کانگریس کا اجلاس ہوا۔ مسٹر ایم کے گاندھی اس کے صدر تھے۔ انہوں نے ''ہلاکت قادیان'' کی آڑ میں قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے بارے میں انتہائی نازیبا کلمات استعمال کئے اور ہنود و قادیانیوں کو اشتعال دلایا۔ ''جمعیۃ عالیہ مرکزیہ'' کے اس نمائندہ اجتماع میں اس کے خلاف سخت نفرت و حقارت کی آواز بلند کی گئی اور مسٹر ایم کے گاندھی کو ان کی حرکت قبیحہ پر تنبیہ و آگاہ کیا گیا۔

خطبۂ استقبالیہ: حضرت اقدس حجۃ الاسلام، شیخ الانام قدس سرہ نے خطبہ استقبالیہ تحریر فرمایا جو مطبوعہ تھا۔ دو نشستوں میں سنایا گیا۔ اس وقت کی ہندوستانی سیاست، اغیار کی پالیسیاں، تدابیر دفاع، نظام عمل، اقتصادی اور معاشرتی ترقی کی تدابیر اور ہندو مسلم اتحاد کی حقیقت پر حکیمانہ اظہار خیال اور رہنما اصول پر مدبرانہ رہنمائی تھی۔

(ماخوذ از حیات حجۃ الاسلام مرتبہ مفتی محمود احمد رفاقتی، نواں باب صفحہ ۳۸۰ تا ۳۸۹)

عہد اعلیٰ حضرت کے ایک مایہ ناز منظری طالب علم

استاذ الاساتذہ حضرت علامہ محدث محمد احسان علی حامدی علیہ الرحمۃ والرضوان

از۔ مفتی محمد انور علی رضوی، سابق استاذ منظر اسلام بریلی شریف

محدث منظر اسلام، استاذ الاساتذہ کا پورا نام محمد احسان علی بن عظمت علی ہے۔ آپ فیض پور ضلع مظفر پور (سیتامڑھی) بہار کے رہنے والے تھے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم پوکھریرا شریف ضلع سیتامڑھی بہار میں حضرت ولی الرحمٰن عرف سرکار محّی علیہ الرحمہ کے زیر عاطفت ہوئی۔ پھر آپ مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف میں بعمر ۱۴؍سال داخل ہوئے اور اخیر تک پوری تعلیم ''منظر اسلام'' ہی میں حاصل کی۔

دستار فضیلت: جس سال سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا وصال ہوا اسی سال شعبان المعظم ۱۳۴۰ھ کو'' جامعہ رضویہ منظر اسلام'' کا جشن دستار فضیلت منعقد ہوا اور اسی میں آپ کی دستار بندی ہوئی۔ اس سلسلہ میں'' حیات حجۃ الاسلام'' کے مصنف حضرت علامہ مفتی محمود احمد رفاقتی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ

''شعبان المعظم ۱۳۴۰ھ'' کے ایک اور جلسے کی رپورٹ ملتی ہے۔ اس جشن دستار فضیلت میں شیر بیشۂ سنت مولانا ابوالفتح محمد حشمت علی خاں لکھنوی (ثم پیلی بھیتی)، حضرت مولانا شاہ حامد علی فاروقی الہ آبادی ثم رائے پوری اور حضرت مولانا احسان علی فیض پوری مظفر پور کی حضرت اقدس حجۃ الاسلام نے دستار بندی فرمائی اور سلاسل طیبہ کی خلافت واجازت بھی عطا فرمائی۔ (حیات حجۃ الاسلام ص ۲۳۰)

تدریس: بعد فراغت حضور حجۃ الاسلام نے آپ کو جامعہ رضویہ منظر اسلام میں مدرس رکھ لیا۔ مدرس مقرر ہونے کے بعد اس وقت آپ کی تنخواہ مبلغ ۵؍روپئے تھی۔ اس کے بعد آپ شیخ الحدیث کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئے اور پھر آپ آخری عمر ۱۹۷۸ء تک اسی منصب پر فائز رہے۔ جامعہ رضویہ منظر اسلام کے آپ انتہائی مخلص و وفادار استاذ رہے اور بڑی سادگی کے ساتھ رہتے رہے۔ باستثنائے ایک سال آپ نے تقریباً ۶۰؍سال تک جامعہ رضویہ منظر اسلام میں درس وتدریس کے فرائض انجام دیئے۔

خصوصیات: آپ ۵؍سال تک زمانہ طالب علمی میں حضور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ کے دیدار پُرانوار سے مشرف ہوئے۔ حضرت محدث صاحب نے اپنے پڑھنے کے زمانہ سے لے کر درس و تدریس کے زمانہ تک منظر اسلام کے حوالہ سے چار شخصیتوں کا زمانہ پایا۔

(۱) سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ اپنے زمانہ طالب علمی میں پانے کے ساتھ آپ نے منظر اسلام کے تین مہتمم حضرات کا زمانہ دیکھا ہے اوران کے زیر اہتمام نیز تاجدار اہل سنت سیدی سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیر فیضان کرم منظر اسلام میں درس وتدریس کا کام انجام دیا ہے۔

(۲) شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حضور حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ۔

(۳) مفسر اعظم ہند حضرت ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں علیہ الرحمہ۔

(۴) قائد اہل سنت ،مفکر اسلام حضرت علامہ ریحان رضا خاں رحمانی میاں علیہ الرحمہ۔

انداز درس: درس بخاری شریف بہت انوکھے انداز میں دیا کرتے تھے۔ظریفانہ،لطیفانہ اور ناصحانہ نکات بیان کرتے تھے۔دوران درس اگر کوئی طالب علم تاخیر سے آتا تھا اور آپ کی نظر اس پر پڑ جاتی تو فوراً آپ ایک شعر سنایا کرتے اور کہتے کہ شعر اس طرح سے ہے ۔

بن سنور کر گھر سے نکلے سیر کو جانے لگے
اور جب ہجوم عاشقاں دیکھا تو شرمانے لگے

اور میں اس شعر کو اس طرح سے پڑھتا ہوں ۔

بن سنور کر حجرے سے نکلے،پڑھنے کو جانے لگے
اور جب ہجوم طالباں دیکھا تو شرمانے لگے

شعر سن کر وہ طالب علم چپ چاپ درسگاہ میں پیچھے کی جانب بیٹھ جاتا تھا اور پھر دوبارہ تاخیر سے آنے کی جرأت نہ کرتا تھا۔

تعویذ نویسی: تعویذات نویسی کا کام بھی خوب کیا کرتے تھے۔آپ کے تعویذات میں اثر بھی بہت تھا۔لوگوں کو شفا مل جاتی۔آپ عملیات میں بہت ہی مشہور تھے۔دور دراز سے مریض آیا کرتے تھے۔محلّہ شاہ آباد شاہی مسجد میں آپ امام تھے۔پورے محلے میں آپ کو لوگ محدث صاحب کے نام سے جانتے پہچانتے تھے۔

علم میراث میں مہارت: آپ کو علم میراث میں بڑی مہارت حاصل تھی۔طلبہ کو بہت محنت سے پڑھاتے تھے۔علم فرائض کی مشق کا خوب کام کراتے تھے اور بہت دلچسپی سے خود بھی مشق کرتے تھے اور طلبہ سے بھی کراتے تھے۔

بیعت وخلافت: زمانہ طالب علمی میں آپ آرزومند تھے کہ سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت سے مرید ہوں گے۔ اس آرزو میں پانچ سال کا عرصہ گزر گیا۔حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا وصال ہو گیا اور آپ مرید نہ ہو سکے جس کا آپ کو انتہائی افسوس وغم ہوا۔بالآخر آپ فخر انام،حسن وجمال کے پیکر حضور حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت ہو گئے پھر جشن دستار بندی کے موقع پر حضور حجۃ الاسلام نے آپ کو اپنی خلافت سے بھی سرفراز فرمایا جیسا کہ ماقبل میں گزرا۔

۱۹۷۸ء کے عرس رضوی میں حادثہ اور کرامت مفتی اعظم: پہلے عرس رضوی یہیں یعنی آستانۂ عالیہ کے اوپر صحن جلسہ گاہ میں منعقد ہوتا تھا۔۱۹۷۸ء کے عرس رضوی کا پورا پروگرام شان وشوکت کے ساتھ صحن جلسہ گاہ میں ہو رہا تھا۔جب پروگرام بحسن وخوبی چل رہا تھا اور اسٹیج پر جید علمائے کرام ومشائخ عظام موجود تھے بالخصوص آبروئے اہل سنت،شہزادۂ اعلیٰ حضرت ،تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ،مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن اڑیسوی علیہ الرحمہ،برہان ملت حضرت علامہ شاہ برہان الحق جبلپوری علیہ الرحمہ،امین شریعت حضرت علامہ مفتی رفاقت حسین صاحب کانپوری علیہ الرحمہ،امام النحو

علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ، ریحان ملت حضرت علامہ ریحان رضا خاں علیہ الرحمہ، تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خاں علیہ الرحمہ اور حضرت محدث احسان علی حامدی علیہ الرحمہ۔ الغرض ملک وملت کے مشہور ومعروف علماء وخطبا اور شعراء موجود تھے۔ ساتھ ہی جامعہ رضویہ منظر اسلام کا پورا اسٹاف بھی موجود تھا۔ جب سارا پروگرام بحسن وخوبی اختتام کو پہنچا نیز دو پہر ۲ ربجکر ۳۸ رمنٹ پر اعلیٰ حضرت کا قل شریف بھی ہوگیا اور آخر میں بعد قل شریف حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے تو ابھی سلام پڑھنا شروع ہی کیا تھا اور ''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' کے چند ہی شعر پڑھ سکے تھے کہ اتنے میں اسٹیج ٹوٹ کر نیچے گر گیا۔ علماء ومشائخ کا جم غفیر جو اسٹیج پر تھا سب لوگ نیچے گر گئے اور مرشد برحق حضور سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ صحیح سلامت رہے اور لوگوں سے پوچھتے رہے کہ لوگ سلامت ہیں؟ چوٹ تو کسی کو نہیں آئی؟ اور جائے نماز طلب کر کے فرمایا کہ مجھے ظہر کی نماز پڑھنی ہے۔ نیچے کے کمرے میں آپ نماز میں مشغول ہوگئے۔ اِدھر مجمع میں ایک شور برپا ہوا۔ سارا مجمع رونے دھونے لگا کہ حضور مفتی اعظم ہند کا کیا حال ہوا اور کیسے ہیں؟ جب ہی لاؤڈ اسپیکر سے اعلان ہونے لگا کہ حضور مفتی اعظم ہند الحمدللہ صحیح سلامت ہیں اور حضور مفتی اعظم ہند کے فیضان کرم اور دعاؤں کے صدقے اسٹیج کے سارے علماء ومشائخ بھی سلامت ہیں۔ کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ آپ لوگ اطمینان رکھیں۔ البتہ محدث احسان علی حامدی علیہ الرحمہ کی پنڈلی میں چوٹ آگئی تھی۔ پندرہ روز تک آپ اسی تکلیف میں رہے۔ آپ پڑھانے کے لیے مدرسہ نہیں آتے تھے۔ شاہی مسجد محلّہ شاہ آبادہی میں بخاری شریف کا درس دیتے تھے۔ ہمارے ساتھی لوگ بھی جاتے تھے۔ راقم الحروف محمد انور علی رضوی اس سال درجۂ دورۂ حدیث میں تھا۔ فارغین درجۂ فضیلت میں کل ۴۵ رطلبہ تھے جن میں دو سید تھے۔ ایک حضرت مولانا سید مہدی حسن صاحب، ساکن بیت النور جھالرا اجمیر شریف اور دوسرے مولانا محمد فاروق صاحب دیوہ شریف ضلع بارہ بنکی۔

امام النحو حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ دارالعلوم مدرسہ منظر اسلام کی کمیٹی کے صدر تھے اور ہر سال سالانہ امتحان لینے کے لیے بریلی شریف تشریف لاتے تھے۔ اس سال علالت کی وجہ سے آپ نے بخاری شریف کا امتحان حضرت ریحان ملت علیہ الرحمہ کے دولت خانہ پر ہی لیا کیونکہ آپ کا قیام بھی یہیں پر تھا۔ علالت کی وجہ سے حضرت علامہ میرٹھی صاحب جلدی امتحان لیکر بریلی شریف سے میرٹھ تشریف لے گئے اور کچھ عرصہ کے بعد آپ کا وصال ہوگیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ کا مزار مبارک میرٹھ کی سرزمین پر فیض بخش خاص وعام ہے۔

ہم سبق ساتھی: محدث منظر اسلام حضرت علامہ احسان علی حامدی علیہ الرحمہ کے ہم درس وہم سبق ساتھیوں میں مناظر اعظم ہند، شیر بیشۂ اہل سنت حضرت علامہ حشمت علی خاں صاحب رضوی بھی ہیں۔

آپ کے زمانہ طالب علمی میں صدر الشریعہ حضرت علامہ حکیم ابوالعلیٰ محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ مصنف بہار شریعت منظر اسلام میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے۔حضرت صدر الشریعہ راقم الحروف محمد انور علی رضوی کے دادا استاذ ہوئے۔حضرت محدث احسان علی حامدی انتہائی مخلص وکرم فرما تھے کہ فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ کو اپنی طرف سے اسناد احادیث وسند تعویذات ووظائف دیتے تھے۔

حضرت محدث احسان علی حامدی علیہ الرحمہ نے اپنے طالب علمی کے زمانہ میں حضور اعلیٰ حضرت سے کچھ سوالات کیے ہیں جو فتاویٰ رضویہ حصہ سوم میں چھپے ہوئے ہیں اور المستفتی میں محمد احسان علی متعلم مدرسہ منظر اسلام لکھا ہوا ملتا ہے۔

وصال: حضرت محدث احسان علی حامدی علیہ الرحمہ نے اپنی پوری زندگی درس و تدریس میں گزاری پھر عمر کے آخری حصہ میں وطن مالوف فیض پور تشریف لے گئے اور وہیں پر ۱۰ رشوال المکرّم ۱۴۰۲ھ ۵ ربجکر ۱۰ رمنٹ پر اپنے دولت خانہ فیض پور ہی میں وصال فرمایا۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ کی نماز جنازہ آپ کے نواسے حضرت علامہ الحاج محمد نسیم الدین صاحب رضوی نے پڑھائی ۔نماز جنازہ میں شریک ہونے والوں کی تعداد تقریباً ۶۰ رہزار سے زائد تھی۔

مزار شریف: فیض پور، مظفر پور ضلع سیتامڑھی ہی میں آپ کا مزار مبارک ہے جو مرجع خلائق ہے۔جس کے سجادہ نشین ومتولی آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا محمد فیضان علی صاحب رضوی ہیں۔ جو خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ ہیں۔

بریلی شریف میں عرس نوری

رپورٹ: محمد اعظم قادری، اعظم نگر بریلی شریف

مؤرخہ ۱۰ ارنومبر ۲۰۲۳ء بروز جمعہ بعد نماز عشاء محلّہ اعظم نگر بریلی شریف میں شہزادۂ اعلیٰ حضرت، تاجدار اہل سنت سیدی سرکار مفتی اعظم ہند محمد مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کا ''عرس نوری'' آپ کی انگریزی تاریخ وصال ۱۰ ارنومبر کے مطابق نہایت تزک و احتشام کے ساتھ منایا گیا۔اس تقریب عرس کی سرپرستی نبیرۂ اعلیٰ حضرت، شہزادۂ ریحان ملت، پیر طریقت حضرت علامہ الشاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں دامت برکاتہم القدسیہ، سربراہ اعلیٰ مرکز اہل سنت خانقاہ رضویہ بریلی شریف اور صدارت نبیرۂ اعلیٰ حضرت، پیر طریقت، چشم و چراغ خاندان اعلیٰ حضرت، بدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد احسن رضا خاں قادری مدظلہ النورانی، سجادہ نشین آستانۂ اعلیٰ حضرت نے فرمائی۔ یہ جشن پہلی مرتبہ حافظ محمد عالم صاحب نوری کی کوششوں سے ہوا جس میں بریلی شریف کے کئی علماء وشعراء نے شرکت فرمائی اور بھاری تعداد میں اہل عقیدت شریک بزم رہے۔اہل عقیدت، خطبائے اہل سنت اور شعرائے کرام کے منظوم ومنثور کلام سے خوب مستفید ہوئے۔

اخیر میں حضور صاحب سجادہ مفتی احسن میاں صاحب نے فرمایا کہ: آج سے اس جائے عرس نوری کو ''نوری چوک'' کہا جائے۔ پھر آپ نے بانی عرس حافظ محمد عالم نوری اور ان کے معاونین جناب رضوان رضا، ریحان رضا، سلیم رضا اور ناظم رضا صاحبان کو دعاؤں سے نوازا۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی

از۔ مولانا طارق انور مصباحی (کلکتہ)

مسلمانوں کے ایمان، ان کی جان و مال اور ان کی عزت و آبرو، ہر ایک کا تحفظ ضروری ہے۔ اسی طرح مذہبی قیادت اور سیاسی قیادت دونوں صحیح ہونا چاہئے۔ مسلمانوں کے ایمان کے تحفظ کے لیے ضروری ہے کہ ہر ایک مسلمان دین کی ضروری تعلیم سے آراستہ ہو۔ اس کے لیے دینیات کورس کو فروغ دیا جائے۔ بھارتی مسلمانوں کی جان و مال کے تحفظ کے لیے ضروری ہے کہ بھارت کی مول نواسی اقوام سے تعلقات استوار کیے جائیں، جن کو ہماری جان و مال کی ہلاکت وتباہی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح پرائیویٹ ڈیفنس کی جانکاری حاصل کریں۔ مذہبی قیادت کو صالح و فائدہ بخش بنانے کے واسطے ضروری ہے کہ مذہبی قائدین حالات حاضرہ سے ضروری حد تک واقف ہوں۔ اس واسطے ٹریننگ کورس کا اہتمام کیا جائے۔ سیاسی قیادت پر بھی غور و فکر کی اشد ضرورت ہے۔ ان امور پر قدرے تفصیل سپرد قرطاس ہے۔

حکمت و تدبیر سے منہ موڑنا بھارتی مسلمانوں کے لیے نقصان دہ۔ شخصی مفاد کی بجائے قومی مفادات کا لحاظ کیا جائے!!!

{وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ} (سورہ شوریٰ: آیت ۳۰)

ترجمہ: اور تمہیں جو مصیبت پہنچی، وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور بہت کچھ تو معاف فرما دیتا ہے۔ (کنز الایمان)

منقوشہ بالا آیت مقدسہ میں خاص کر عبادت کا بیان نہیں کہ محض ترک عبادت کے سبب مصیبتیں آتی ہیں۔ ترک عبادت، معصیت، ترک حکمت اور کبھی بطور آزمائش بھی مصیبت آتی ہے۔ متعدد وجوہات کے سبب مصیبتیں آنے کا ذکر قرآن مجید و احادیث مقدسہ میں ہے۔

(۱) ترک عبادت: دخول بیت المقدس کے وقت ترک سجدہ و ترک توبہ کے سبب یہودیوں پر مصیبت آئی۔ اس کا ذکر سورہ بقرہ (آیت: ۵۸، ۵۹) میں ہے۔ ان پر عذاب طاعون آیا، اور ایک ساعت میں چوبیس ہزار ہلاک ہو گئے۔

(۲) معصیت: (شہر ایلہ کے ستر ہزار) یہودی سنیچر کے دن مچھلیوں کے شکار کے سبب بندر بنا دیئے گئے۔ اس دن شکار کی ممانعت تھی۔ اس کا ذکر سورہ بقرہ (آیت ۶۵، ۶۶) میں ہے۔ یہ لوگ سنیچر کے دن دریا کے کنارے گڈھوں میں مچھلیاں جمع کرتے اور اتوار کو نکال لیتے۔

(۳) ترک حکمت: غزوۂ احد میں مسلمانوں پر مصیبت آئی اور جیتی ہوئی جنگ ہاتھ سے نکل گئی۔ یقیناً صحابہ کرام عبادت گزار تھے، لیکن ترک حکمت کے سبب اس مصیبت میں مبتلا ہونا پڑا۔ اس کا ذکر سورہ آل عمران (آیت: ۱۵۲ تا ۱۵۵-۱۶۵، ۱۶۶) میں ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پچاس تیر انداز صحابہ کرام کو درہ میں بٹھایا تھا، لیکن اپنی فتح دیکھ کر چند کے علاوہ دیگر تمام تیر انداز بلا اجازت وہاں سے چلے آئے، پھر مشرکین مکہ اسی درہ سے داخل ہو کر عقب سے مسلمانوں پر حملہ آور ہو گئے، اور سامنے سے لشکر کفار کے دوسرے حصہ نے

حملہ کردیا۔اب دونوں جانب سے مسلمانوں پر حملے ہونے لگے۔ترک حکمت کے سبب اپنی فتح کے بعد مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

(۴) آزمائش: مختلف قسم کی جانی ومالی مصیبت آزمائش کے طور پر آتی ہے۔ارشاد الٰہی ہے:

{وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ}.

(سورہ بقرہ: آیت ۱۵۵)

ترجمہ: اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے ،اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے،اور خوشخبری سنا ان صبر والوں کو۔

(کنزالایمان)

تدابیر: جب ترک عبادت کے سبب مصیبت آئے تو عبادت کی جائے۔معصیت کے سبب مصیبت آئے تو طاعت اختیار کی جائے۔ترک حکمت کے سبب مصیبت آئے تو حکمت وتدبیر اختیار کی جائے۔آزمائش کے طور پر مصیبت آئے تو صبر اختیار کیا جائے۔

تقدیر الٰہی کا عذر کر کے تدبیر سے منہ موڑ لینا عجب بات ہے۔اولاً ہمیں معلوم ہی نہیں کہ تقدیر میں کیا لکھا ہے۔دوسری بات یہ کہ تقدیر کی بھی تین قسمیں ہیں:

(۱) قضائے مبرم (۲) قضائے شبہ مبرم (۳) قضائے معلق۔قضائے مبرم میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوتی۔قضائے شبہ مبرم اکابر اولیائے کرام کی دعاؤں سے بدل جاتی ہے اور قضائے معلق بندوں کے اچھے وبرے اعمال کے سبب،اولیائے کرام کی دعا ودیگر امور کی بنا پر بدل جاتی ہے،پھر تقدیر کے تمام حصے کو قضائے مبرم سمجھ لینا بالکل غلط ہے۔

بام سیف وبھیم آرمی: مول نواسی اقوام کی تحریکیں:

بھاجپا نے پارلیمنٹ سے لے کر شہر شہر اور نگر نگر میں ڈھنڈورا پیٹا کہ بھارت کے پڑوسی تین مسلم ممالک میں وہاں کی اقلیتوں ،یعنی ہندو، جین ،بدھسٹ ،سکھ ،عیسائی اور پارسی اقوام پر دھرم کی بنیاد پر بے حساب ظلم وستم ہوتا ہے،اس لیے ان کو بھارت میں پناہ دی جائے اور یہی مقصد بتا کر سی اے اے (CAA) لایا گیا۔بھاجپائیوں کو یقین کامل تھا کہ یہ قانون منظر عام پر آتے ہی مذکورہ چھ مذاہب کے لوگ بھارت کے مسلمانوں کا کشت وخون کرنا شروع کردیں گے،پھر این آر سی کے نام پر مسلمانوں کو ڈٹنشن کیمپ میں ڈالنا بہت آسان ہوگا۔لیکن نتیجہ برعکس آیا۔برہمن وادیوں کو چھوڑ کر بھارت کے تمام لوگ ملک اور بیرون ملک متحد ہونے لگے۔ساری دنیا میں بھاجپا کی مخالفت ہونے لگی۔منووادیوں کی سازش ناکام کیوں ہوئی ؟ اکثریت کے ساتھ جیت پانے والی بھاجپا چاروں شانے چت کیوں ہوگئی؟ ساری دنیا میں بھاجپا حکومت کو تنقیدوں کا سامنا کیوں کرنا پڑا؟ پولیس کے ذریعہ ظلم وبربریت مچانے اور دو درجن سے زائد مظاہرین کو ہلاک کرنے ، ہزاروں مظاہرین پر مقدمات درج کرنے ، ان پر فائن لگانے ،جیل میں ڈالنے ،راسوکا (NSA) اور دفعہ 144 کے نفاذ،گودی میڈیا کی سرتوڑ کوششوں،حکومت کے ایک ہزار اجلاس، سی اے اے کی تائید میں جلوسوں کے باوجود بھاجپا ناکام کیوں نظر آرہی ہے؟

اس مشکل سوال کا جواب یہ ہے کہ بھارت کی متعدد مول نواسی تنظیمیں کئی سالوں سے عام پبلک کو بتا رہی ہیں کہ بھارت کے مسلمان دراصل مول نواسی ہیں جو برہمنوں کے ظلم وستم اور ذات پات سسٹم کے سبب مذہب اسلام میں داخل ہوگئے تھے۔ہندو مسلم

فسادات میں مول نواسی اقوام (شودر اقوام) کو استعمال کیا جاتا تھا اور برہمن صرف کمانڈر رہوتا تھا۔ جب سپاہی وفوجی بھاگ گئے تو فساد بند ہوگیا۔ اسی طرح ملک کے ہر شعبہ میں اور ساری دنیا میں غیر برہمن بھارتیوں نے منووادیوں کی مخالفت کی، نتیجہ یہ نکلا کہ بھاجپا کو ہر محاذ پر منہ کی کھانی پڑی۔

مسلمانوں کو چاہیئے کہ مول نواسی تحریکوں سے تعلق پیدا کریں، تاکہ فسادات پر کنٹرول ہو۔ اب تمام مظلوم اقوام کو جمع ہوجانا چاہیئے۔ آرین نے تمام غیر آرین اقوام پر ظلم وستم ڈھایا ہے۔ آرین قوم 1500 ق م بھارت آئی، رفتہ رفتہ آریوں نے یہاں کی حکومتوں پر قبضہ کرلیا اور بھارت کے مول نواسیوں کو شودر قرار دے کران پر بے حساب ظلم وستم ڈھائے۔ اس طرح قریباً تین ہزار سال تک مول نواسیوں پر ظلم ہوتا رہا۔

بھارت کے مول نواسیوں میں بیداری لانے کے واسطے جیوتی با پھولے (۱۸۲۷ء-۱۸۹۰ء)، ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر (۱۸۹۱ء-۱۹۵۶ء) اور ای وی راما سامی پیریار (۱۸۷۹ء-۱۹۷۳ء) نے بہت کام کیا۔ ڈاکٹر امبیڈکر نے ملک گیر سطح پر کام کیا۔ ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کی موت کے بعد ملکی سطح پر یہ کام نہ ہوسکا۔ ایک مدت بعد ڈاکٹر امبیڈکر کی تاریخ موت 6: دسمبر ۱۹۷۸ء کو دہلی میں کانشی رام اوران کے ساتھیوں نے بام سیف کی بنیاد رکھی۔ ابھی اس تنظیم کی صدارت وامن میشرام کے پاس ہے۔ وامن میشرام کی تقریروں نے مول نواسیوں میں انقلاب برپا کردیا ہے۔ بام سیف کے اسٹیج سے ہمیشہ یہ کہا جاتا ہے کہ بھارت کے مسلمان بھی مول نواسی ہیں۔ یہ لوگ برہمنی مظالم کے سبب دامن اسلام سے وابستہ ہوگئے۔ اب مول نواسی اقوام بھی تعلیم یافتہ ہوچکی ہیں اور شودروں پر برہمنوں کے تین ہزار سالہ ظلم وستم سے واقف ہوچکی ہیں، اسی لیے برہمنوں کے بہکانے پر مسلمانوں پر حملہ آور نہیں ہوتے۔ جب بھارت کی ساری شودر اقوام تعلیم یافتہ ہوجائیں گی تو ان شاء اللہ تعالیٰ برہمنوں کا ظلم وجبر ختم ہوجائے گا، اسی لیے برہمن پوری کوشش میں ہے کہ وہ وقت آنے سے پہلے برہمن راشٹر بنادیا جائے۔

چوں کہ بام سیف (BAMCEF) ایک منظّم اور ملک گیر تحریک ہے، اس لیے اس میں مسلمانوں کی شمولیت فائدہ بخش ہو گی۔ بام سیف کے ارکان وذمہ داران مسلم، سکھ، عیسائی، بدھشٹ، جینی وغیرہ کے رابطے میں رہتے ہیں۔ تحریک کا اصل مقصد ایس ٹی (S T)، ایس سی (S C)، اوبی سی (O B C) اور اقلیتوں (MC) کے حقوق کا تحفظ ہے۔ چوں کہ اس تحریک کے پاس بہت سے وسائل ہیں اور بھیم آرمی کے پاس نوجوانوں کی قوت ہے، اس لیے مسلمانوں کو ان دونوں تحریکوں سے منسلک ہوجانا چاہیئے۔ یہ لوگ خود کو ہندو بھی نہیں مانتے اور نہ ہی اجتماعی پروگرام میں کسی قسم کا مذہبی کام کرتے ہیں، اس لیے ہماری مذہبی شناخت متاثر نہیں ہوگی۔

بام سیف کا فل فارم یہ ہے۔

The All India Backward {SC,ST,OBC} And Minority Communities Employees Fedration.

بام سیف گورنمنٹی ملازمین کی تنظیم ہے۔ اس نے آندولن اور مظاہروں کے لیے ''بہوجن کرانتی مورچہ'' اور ایک سیاسی پارٹی ''بھارت مکتی مورچہ'' بنایا ہے۔ بھیم آرمی ایک سماجی تنظیم ہے۔ مذہبی تشخص کے

تحفظ کے ساتھ ہمیں ان تحریکوں میں شامل ہوجانا چاہئے۔

پارلیمنٹ میں سی اے بی (CAB) امیت شاہ نے پاکستان، بنگلہ دیش وافغانستان میں غیر مسلموں پر مسلمانوں کے فرضی مظالم کا چرچا کر کے بھارت کی تمام غیر مسلم اقوام کو مسلمانوں کے خلاف اکٹھا کرنے کی کوشش کی، لیکن سخت ناکامی ہوئی۔اب مول نواسی اقوام میں تعلیم آچکی ہے،اور بام سیف (BAMCEF) کی طویل بیداری مہم اور چندر شیکھر آزاد کے جامع مسجد کے خطاب نے بھاجپا کی نیند اڑادی۔مودی نے پریشان ہوکر رام لیلا میدان میں کہا کہ اربن نکسل مسلمانوں کے ساتھ کیوں ہیں؟ ع/

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

بھارت کے مظلوموں کا اتحاد: شرائط وطریق کار

''ہم بھارت کے لوگ'' ملک کی جمہوریت کی بقا، دستور ہند کی حفاظت اور تمام مظلوم اقوام ظالموں سے دفاع کے واسطے اتحاد قائم کریں۔ بھارت میں مسلمان بھی مظلوم ہیں اور بھارت کی مول نواسی اقوام بھی مظلوم ہیں۔تمام مظلوم اقوام سیاسی محاذ پر متحد ہوجائیں۔

مظلوموں کا اتحاد بھارتی دستور اور جمہوریت کے تحفظ کی خاطر ہو گا، پھر یہی دستور ہمارے وجود اور تشخص کو تحفظ فراہم کرے گا۔

یہ اتحاد سیاسی ودستوری امور تک محدود ہوگا۔سیکولر ممالک میں سیاسی امور اور مذہبی امور دونوں الگ ہوتے ہیں۔سیکولر جمہوری نظام میں انسانیت کی بنیاد پر لوگ ایک دوسرے سے منسلک ہوتے ہیں۔اس اتحاد سے مذہب کو الگ رکھا جاتا ہے۔ بھارت کثیر المذاہب ملک ہے۔ ہر قوم اپنے مذہبی امور کو اپنی عبادت گاہوں یعنی مسجد، مندر، گردوارہ، مٹھ، چرچ وکلیسا وغیرہ میں ادا کریں۔متحدہ سیاسی مجلس میں مذہبی امور کو انجام دینا ہماری ناکامی کا سبب ہوگا، کیوں کہ ہر ایک مذہب کے رسوم وعادات الگ الگ ہیں، اس لیے سب لوگ کسی ایک دھرم کے رسوم وعبادات کو اختیار نہیں کر سکتے، اس طرح ایک متحدہ پلیٹ فارم میں اختلاف کی شکل پیدا ہوگی۔

اگر تمام لوگ کسی ایک مذہب کے مذہبی رسم ورواج کو اپناتے ہیں تو اس متحدہ مجلس میں ہم دستور کی حفاظت نہیں کر پارہے ہیں، بلکہ بھارتی دستور کا گلا گھونٹ رہے ہیں، کیوں کہ دستور نے ہر ایک بھارتی کو اپنے مذہب پر عمل کی آزادی دی ہے، پھر تحفظ دستور کی مجلس میں کسی سے اس کی مذہبی آزادی چھین کر دوسرے دھرم کی کسی رسم وعادت کا پابند بنانا کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟

اسی طرح بھارت کثیر ثقافتی اور مختلف تہذیب وتمدن کا ملک ہے۔یہاں کسی ایک کلچر اور ثقافت کو بالادستی حاصل نہیں اور اسی رنگ برنگی تہذیب کو گنگا جمنی تہذیب کہا جاتا ہے۔ بھارت میں کثرت میں وحدت کا تصور اپنایا گیا، یعنی مذہب اور کلچر کی بنیاد پر کثرت ہے اور انسانیت کی بنیاد پر سب متحد ومتفق ہیں۔اسی نظریہ ''وحدت در کثرت'' (Unity in diversity) کی بنیاد پر بھارت میں کامن سول کوڈ (Common Civil Code) کو قبول نہیں کیا جاتا، حالاں کہ آر ایس ایس نے ہندو کلچر کے نفاذ کی بہت کوشش کی۔

الٰہ آباد میں گنگا اور جمنا کا سنگم ہے۔سنگم کے پاس دونوں دریاؤں کا پانی اپنے رنگ وصفت کے ساتھ موجود ہے۔دونوں کا پانی متصل ہے اور ہر ایک اپنے تشخص کے ساتھ موجود ہے۔دونوں

پانیوں کا فرق بالکل واضح ہے۔اسی طرح بھارت کی تمام اقوام مل جل کر رہیں، لیکن اپنے تشخص کو برقرار رکھیں۔اسی کا نام گنگا جمنی تہذیب ہے۔ایک دوسرے کے رسوم ورواج اور عبادات کو اپنانا گنگا جمنی تہذیب کی مخالفت اور وحدت ادیان ہے۔وحدت ادیان کا تصور بھکتی مذہب نے پیش کیا تھا۔بھکتی مذہب سے متاثر ہو کر اکبر بادشاہ نے دین الٰہی ایجاد کیا تھا۔

بھکتی دھرم کا اصول یہ ہے کہ ہر مذہب والا دوسرے مذہب والوں کے طور طریقے کو اختیار کر کے اتحاد کا اظہار کرے، مثلاً ہندو قوم عید و بقرعید میں شرکت کرے اور مسلم قوم ہولی و دیوالی کھیلے۔ایسا اتحاد ناجائز وحرام ہے، لہٰذا بھکتی مذہب کے اصول کے مطابق اتحاد نہیں ہوسکتا۔

گنگا جمنی تہذیب کا اصول یہ ہے کہ ہر مذہب والے اپنے مذہب اور اپنی تہذیب ومعاشرت پر قائم رہیں اور مل جل کر رہیں۔گنگا جمنی تہذیب کے اصولوں کے مطابق محض سیاسی امور میں مول نواسی اقوام کے ساتھ ہمارا اتحاد ہوگا۔مذہبی امور اور کلچر میں اتحاد نہیں ہوگا۔

اتحاد صرف سیاسی امور تک محدود رہے، اور سب مل جل کر دستور ہند (Constitution of India) کی حفاظت کریں۔اگر ہم نے دیگر مذاہب کی عبادت یا مذہبی علامت کو اپنایا تو یہ اہل مذاہب کا اتحاد نہیں، بلکہ ایک نئے مذہب کا آغاز ہوگا۔

مول نواسی اقوام کی تحریکیں/ بام سیف، بہوجن کرانتی مورچہ، بھیم آرمی وغیرہ کے ساتھ مذکورہ شرائط کے مطابق اتحاد کیا جائے۔

ظلم سہنا ظالم کی مدد کرنا ہے!!!

دہلی فساد: فروری ۲۰۲۰ء کے متاثرین کے دکھ درد میں ہم برابر کے شریک ہیں۔یہ فساد نہیں، بلکہ ایک منصوبہ بند نسل کشی تھی۔دہلی فساد نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ فساد کے لیے تربیت یافتہ لوگوں کو میدان میں اتارا جاتا ہے، جو لوگ جدید ہتھیار یعنی بندوق، پستول اور بم استعمال کرنا جانتے ہوں۔اس سے قبل کے فسادات میں روایتی ہتھیار یعنی تلوار، چاقو، نیزہ، بھالا وغیرہ استعمال ہوتے تھے۔

دہلی فساد میں اکثر لوگوں کے سروں میں گولیاں ماری گئیں۔اس کے بعد بعض کو جلتی آگ میں ڈال دیا گیا اور اکثر لوگوں کو گولی مار کر سخت زدوکوب کیا گیا، جس سے ان کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔بہت سے لوگوں کے جسموں میں لوہے کے راڈ گھونپ دیئے گئے۔یہ بیان علاج کرنے والے دہلی کے ڈاکٹروں کا ہے۔یہ بھی خبر ہے کہ بہت سے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کا اغوا بھی کیا گیا ہے۔آج تک کسی فساد میں ایسا نہیں ہوا تھا۔فساد کے مواقع پر پولیس کا کردار جگ ظاہر ہے۔پولیس محکمہ کبھی محل واردات سے غائب رہتا ہے، کبھی خاموش رہتا ہے، کبھی طرفداری میں مبتلا نظر آتا ہے۔ایسی صورت میں لازم ہے کہ بھارتیوں کو ذاتی دفاع (Self Defence) کی تفصیل بتائی جائے۔ہر جمہوری نظام میں پبلک کو پرائیویٹ دفاع کا حق ہوتا ہے۔حملہ کرنا (Attack) جرم ہے۔ڈیفنس کرنا (Defence) ہر شہری کا حق ہے۔

انڈین پینل کوڈ (IPC) کے سیکشن 96 سے 106 تک ذاتی دفاع کا حق (Right to private defence) بیان کیا گیا ہے۔ہر ضلع میں پبلک کو ماہر وکیلوں کی نگرانی میں پرائیویٹ ڈیفنس کے قوانین بتائے جائیں اور ذاتی دفاع کی تربیت دی جائے۔جب فسادیوں کو معلوم ہوجائے گا کہ لوگ سیلف ڈیفنس کے

قابل ہو چکے ہیں اور قتل وغارت گری کے وقت خود ان کی جان کو بھی خطرہ ہوسکتا ہے توان شاء اللہ تعالیٰ فسادیوں کی ہمت ٹوٹ جائے گی۔اگر لوگ خاموش رہتے ہیں تو بھارت ہمیشہ فرقہ وارانہ فسادات کی آگ میں جلتا رہے گا۔

فساد کے متاثرین کی مدد بھی ضروری ہے اور اہل ملک کو پرائیویٹ ڈیفنس کی تربیت بھی ضروری ہے۔صرف ملکی قانون کی خلاف ورزی کی اجازت نہیں،اس لیے تربیت کا کام ماہر وکیلوں کی نگرانی میں ہونا چاہئے ۔بہتر ہوگا کہ اس بارے میں سپریم کورٹ سے بھی رہنمائی حاصل کرلی جائے۔دہلی کی ریاستی حکومت نے فساد کے متاثرین کے لیے معاوضہ اور امداد جاری کیا ہے۔یہ خوش آئند قدم ہے۔بہت سے مسلمان جھوٹے مقدمات میں پھنسائے گئے ہیں۔ان کی قانونی مدد کی جائے۔خیال رہے کہ ظلم سہنا ظالم کی مدد کرنا ہے،اس لیے ظلم کی ہر شکل کو تہس نہس کیا جائے۔کوئی انسان اپنی جان یا مال کا حقیقی مالک نہیں۔اس کے مال میں زکات کا حکم ہے، کیوں کہ اس کے مال کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے،اس لیے اس میں حکم الٰہی جاری ہوتا ہے۔اسی طرح اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنے کا حکم نہیں، کیوں کہ جان کا مالک خدا ہے،اس میں حکم خداوندی جاری ہوگا۔ارشاد الٰہی ہے:{وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّہْلُکَۃِ}(سورہ بقرہ: آیت ۱۹۵)

اپنی جان ظالم کے سپرد کردینا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔آپ کو دفاع کا حق ہے۔حضرت امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بائیس ہزار کے لشکر سے بھی اپنا دفاع فرمایا،اپنی جان ظالموں کے سپرد نہیں فرمایا۔مذہبی رہنماؤں کو اپنی آنکھیں کھلی رکھنی چاہئے۔

نماز وروزہ کی فرضیت اپنے وقت پر مستحکم اور یقینی ہے۔خواہ مصیبت آئے،یا نہ آئے۔نماز وروزہ کا تعلق مصیبت ونعمت سے نہیں، بلکہ وقت سے ہے۔رمضان کا مہینہ آیا،روزہ فرض ہوگیا۔ظہر کا وقت آیا،ظہر کی نماز فرض ہوگئی۔اگر کوئی ظہر سے پہلے مرگیا تو اس پر ظہر کی نماز فرض نہیں ہوگی۔آپ نعمتوں میں ڈوبے ہوں یا مصیبتوں میں مبتلا ہوں،وقت آیا تو اس وقت کی نماز فرض،ماہ رمضان آیا تو روزہ فرض ہوجائے گا۔

یہ بھی صحیح ہے کہ کبھی رب تعالیٰ کی معصیت کے سبب مصیبت آتی ہے۔کبھی عام معصیت کے سبب اور کبھی خاص معصیت کے سبب خاص شعبہ میں مصیبت آتی ہے،مثلاً صدقہ وزکات شعبہ مالیات میں برکت کا سبب ہے،پس اگر کوئی صدقہ وزکات ادا نہ کرے اور نماز وروزہ کی پابندی کرے تو بھی مال کی بے برکتی ختم نہیں ہوگی،کیوں مالی شعبہ میں برکت کے واسطے صدقہ وزکات کا حکم دیا گیا:{وَمَا اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَکٰوۃٍ تُرِیْدُوْنَ وَجْہَ اللّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُضْعِفُوْنَ}(سورہ روم: آیت ۳۹)

{عَنْ اَسْمَاءَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:اَنْفِقِیْ وَلَاتُحْصِیْ فَیُحْصِی اللّٰہُ عَلَیْکِ وَلَاتُوْعِیْ فَیُوْعِی اللّٰہُ عَلَیْکِ،اِرْضِخِیْ مَا اسْتَطَعْتِ}(متفق علیہ)

ملک کی حفاظت کے لیے سرحدوں کی حفاظت کا حکم دیا گیا۔ارشاد الٰہی ہے:((وَرَابِطُوْا))(سورہ آل عمران: آیت ۲۰۰)
اب لوگ نماز وروزہ کی خوب پابندی کریں اور سرحدوں کی حفاظت نہ کریں تو غیر ممالک کی حکومتیں حملہ کرکے اس ملک پر قبضہ کرلیں گی، کیوں کہ حفاظت ملک کے باب میں خداوند تعالیٰ کا خاص حکم تھا،جس

کی نافرمانی کی گئی۔اسی طرح دشمنوں کے ظلم سے بچنے کے واسطے {وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ}(سورہ انفال: آیت ٦٠) کا حکم ہے۔جب اس باب کے خصوصی حکم کی نافرمانی ہوگی تو مصیبت آسکتی ہے۔

ایسے موقع پر اس خاص حکم الٰہی کی جانب توجہ نہ دینا اور محض نماز وروزہ کی ترغیب دینا یقیناً قابل تعجب ہے۔اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے۔عبادتیں دراصل آخرت کی تیاری ہے،گرچہ ان کے دنیاوی فوائد بھی ہیں،لیکن دنیاوی مصیبتوں سے تحفظ کے واسطے مستقل احکام ہیں،ان سے چشم پوشی کرنا یقیناً غلط ہے۔علمائے اسلام عبادتوں کی ترغیب کے ساتھ ہر موقع کے خاص احکام بھی قوم کو بتائیں۔اسلام کے عملی قوانین کا بیان فقہ کی کتابوں میں ہوتا ہے،ان کتابوں میں زندگی کے ہر شعبے کے احکام مرقوم ہوتے ہیں۔مقررین ومحررین فقہی احکام کے ساتھ بھارتی قوانین پر بھی نظر رکھیں اور قوم کی ہمہ جہت رہنمائی فرمائیں۔قوم کا وقت اور ان کا پیسہ برباد نہ کیا جائے۔تحریر وتقریر ہر ایک میں قوم کا وقت اور پیسہ خرچ ہوتا ہے۔

علامہ فضل حق خیرآبادی قدس سرہ العزیز نے ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف جہاد فتویٰ بھی دیا تھا اور بعض موقع پر فوج کی سپہ سالاری کا فریضہ بھی انجام دیا تھا۔غزوۂ خندق کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خندق کھودنے کا حکم دیا اور ہتھوڑا لے کر خندق کا پتھر بھی توڑ رہے ہیں۔اے عالمو!یہ وہ ہیں کہ مخلوقات میں ان کی طرح کوئی نہیں۔اگر آپ بوقت ضرورت ہاتھ میں کدال لے کر زمین کھودنے میں حیا محسوس فرماتے ہیں تو پھر آپ کس منہ سے خود کو وارث انبیا کہتے ہیں؟یقیناً آپ کی فکر ونظر کا آپریشن ضروری ہے۔

برہمن قوم مول نواسی اقوام اور مسلمانوں کو اپنا غلام بنا کر رکھنا چاہتی ہے۔غلامی کے لیے غربت اور جہالت ضروری ہے،اسی لیے ان دونوں قوم کو غربت وجہالت میں ڈھکیلنے کی نوع بہ نوع سازشیں کی جاتی ہیں۔جائیداد واملاک کی تباہی دراصل غربت میں ڈھکیلنے کے واسطے کی جاتی ہے۔دینی تعلیم ضروری ہے،اور یہ ہماری عبادت وبندگی کا ایک حصہ ہے۔حدیث شریف میں ہے کہ رات کی ایک ساعت میں علم دین حاصل کرنا رات بھر نفل نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے۔(مشکوٰۃ المصابیح: کتاب العلم)،یعنی نوافل سے بڑی عبادت علم دین کی تحصیل ہے۔

دنیاوی بھلائی کے لیے دنیاوی علوم کی ضرورت ہے۔جب لوگ تعلیم یافتہ ہوں گے تو دنیاوی بھلائیوں کی تلاش آسان ہوگی اور حکومتی شعبہ جات میں شمولیت کی راہ ہموار ہوگی۔مسلمانوں کے حکومتی شعبہ جات میں شامل ہونے سے کچھ مشکلات کم ہوں گی۔غزوۂ بدر میں ستر مشرکین مکہ گرفتار ہوئے۔ان کی رہائی کے لیے فدیہ متعین ہوا۔جن کے پاس فدیہ ادا کرنے کی قوت نہیں تھی اور وہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے،تو انصار کے بچوں کو تعلیم دینا ان کا فدیہ مقرر ہوا۔یہ مشرکین مسلم بچوں کو دینی علم نہیں سکھاتے تھے،بلکہ دنیاوی علم سکھاتے۔اس سے واضح ہوگیا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے بچوں کے واسطے دنیاوی تعلیم کا انتظام فرمایا۔دنیاوی تعلیم ناجائز نہیں،بلکہ دین کو فائدہ پہنچانے کی نیت سے دنیاوی تعلیم کا حصول بھی کار خیر ہے۔مسلمان دینی تعلیم کے ساتھ دنیاوی تعلیم بھی حاصل کریں۔

آر ایس ایس نے ملک بھر میں عصری تعلیم کے لیے بہت

سے اسکول قائم کیے ہیں، جہاں مسلم بچے بھی تعلیم پاتے ہیں۔ وہ بچوں کو مسلم سلاطین ہند اور اسلامی تہذیب کے خلاف ورغلاتے ہیں۔ اب بھارتی مسلمان اتنا کمائیں کہ اپنا بوجھ بھی اٹھا سکیں اور کچھ رقم قومی امور پر بھی خرچ کریں۔ جابجا عصری تعلیم گاہیں قائم کی جائیں، جس میں مول نواسی اقوام کے بچوں کی تعلیم کا بھی نظم ہو۔ ان کی صالح تربیت کی جائے۔

مول نواسی اقوام میں او بی سی (OBC) کی متعدد برادریاں برہمنوں کے قریب ہیں۔ یہ لوگ ابھی قابل اعتماد نہیں۔ ایس ٹی، ایس سی اگر مسلمانوں پر حملہ نہیں کرتے تو یہ حملہ آوروں کو روک بھی نہیں سکتے، لہٰذا مسلمانوں کو مسلم آبادیوں میں رہائش اختیار کرنا چاہیے۔ جہاں مسلمان قلیل تعداد میں ہیں، رفتہ رفتہ ان علاقوں سے نکل کر کثیر مسلم آبادی والے علاقوں میں منتقل ہو جائیں۔

دہلی فساد فروری ۲۰۲۰ء نے یہ واضح کر دیا کہ اب مول نواسی اقوام (بھارت کے اصل باشندگان/شودر اقوام) میں کچھ شعور بیدار ہو چکا ہے۔ یہ لوگ فرقہ وارانہ فساد سے خود کو دور رکھنا چاہتے ہیں۔ اکثر دنگائی باہر سے بلائے گئے تھے۔ بعض مقامی ہندو بھی شریک تھے، لہٰذا احتیاط لازم ہے۔

بھارت میں مسلمانوں کی سیاسی قیادت: بھارت کے مسلمان تعلیمی اعتبار سے بھی پس ماندہ ہیں اور سیاسی طور پر بھی۔ بیرسٹر اویسی مسلمانوں کے اچھے قائد ہو سکتے تھے، لیکن انہیں بہت کچھ تبدیلیاں لانی ہوں گی۔ بھارت میں ایس سی (SC)، ایس ٹی (ST) اور او بی سی (OBC) کی متعدد سیاسی پارٹیاں ہیں۔ مسلمانوں نے ان پارٹیوں کا ساتھ بھی دیا، لیکن مسلمانوں کو خاطر خواہ حصہ داری نہیں مل سکی۔ ہر پارٹی نے اپنی برادری کو فائدہ پہنچایا اور مسلمانوں کو صرف ووٹ بینک کے طور پر استعمال کیا۔ 15 مارچ 2002 کو بھیم آرمی کے چیف چندر شیکھر آزاد نے ''آزاد سماج پارٹی'' (ASP) کے نام سے ایک سیاسی پارٹی بنائی ہے اور ہر قوم کو اس کی آبادی کے تناسب سے حصہ دینے کی بات کہی ہے۔ مسلمانوں کو اس میں شریک ہونا چاہیے۔

آزاد بھارت کی بہتر سالہ تاریخ میں پہلی بار ہر قوم کو آبادی کے حساب سے حصہ داری کی بات کی گئی ہے۔ نہرو رپورٹ ۱۹۲۸ کے وقت مسلم لیڈروں نے آبادی کے حساب سے حصہ داری طلب کی تھی۔ یہ مطالبہ منظور ہو جاتا تو ملک تقسیم نہیں ہوتا۔ چوں کہ چندر شیکھر آزاد کے لیگل ایڈوائزر سپریم کورٹ کے مشہور وکیل محمود پراچہ ہیں جو قوم مسلم کے لیے تڑپتا دل رکھتے ہیں، اس لیے نیک امیدیں وابستہ ہیں۔

چندر شیکھر آزاد نے 15 مارچ کو نوئیڈا (دہلی) میں پارٹی تشکیل کے افتتاحی خطاب میں کہا کہ دہلی فساد کی وجہ سے میں اندر سے تڑپ رہا ہوں۔ یہ خوشی منانے کا وقت نہیں ہے، اسی لیے میں نے باہر کے لوگوں کو اس پروگرام میں آنے کی اجازت نہیں دی۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

''میں نے ان کو روکا کہ آپ مت آئیے، کیوں کہ پرمیشن نہیں ہے، کرونا کا معاملہ ہے، اور اس سے بڑا ایک جو معاملہ ہے، جو میرے جذبات تھے، وہ یہ تھے کہ دلی میں جو ہوا، اس سے میں خوش نہیں تھا۔ میں اندر سے تڑپ رہا ہوں تو میں نے یہ سوچا کہ نہیں، آج خوشی منانے کا مطلب نہیں بنتا۔ ہم اس لیے پارٹی بنا رہے ہیں کہ ہمیں اپنے ادھیکاروں کے لیے آندولن کرنا ہے، سڑک پر رہنا ہے''۔

قضیۂ فلسطین اور یہود ونصاریٰ کی ریشہ دوانیاں

اثر خامہ: سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

فلسطین کا محل وقوع: فلسطین دنیا کے قدیم ترین ممالک میں سے ایک ہے۔اس کے مشرق میں بحر روم، شمال میں لبنان، شمال مشرق میں شام، مشرق میں اردن اور جنوب میں مصر ہے۔فلسطین کے جنوب کی طرف بحر احمر اور مصر کے صحرائے سینا کی حدود ہیں۔

فلسطین کی تاریخی عظمت: فلسطین کے پہاڑی سلسلوں میں نابلس، کرمل، خلیل اور القدس مشہور ہیں۔قدس کے پہاڑوں میں ''جبل طور'' سب سے بلند ہے اور اسی میں بیت المقدس کا علاقہ شامل ہے۔مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرۃ بھی اسی شہر کی زینت ہیں۔''بیت المقدس'' مسلمانانِ عالم کا قبلۂ اول ہے۔

ہمارے پیارے نبی آخرالزماں حضرت سیدنا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر معراج میں ''مسجد اقصیٰ'' میں ہی انبیاورسل کی امامت فرمائی تھی۔فلسطین میں ہی وہ خطہ بیت اللحم بھی ہے جہاں حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی تھی۔فلسطین ایسا خطۂ حسیں ہے جہاں سے نزول وحی اور خیرو برکت کا سلسلہ بھی جاری وساری رہا۔یہ سرزمین انبیاء واولیاء ہے۔

فتح فلسطین: 17ھ میں خلیفۂ دوم امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں فلسطین فتح ہوا۔فتح فاروقی کے بعد تقریباً چارسو سال تک یہاں مسلمان شاد وآباد رہے اور بیت المقدس ان کے پاس رہا۔

مسیحی قبضہ: ۱۰۹۹ء میں پوپ اربن دوم کی قیادت میں عیسائیوں نے صلیبی جنگ کے ذریعے بیت المقدس پر قبضہ کرلیا اور یوں تقریباً اٹھاسی (۸۸) سال تک یہ ارض مقدس ان کے زیرِ تسلط رہی۔

فتح ایوبی: ۱۱۸۷ء میں مسلمانوں کے عظیم سپہ سالار حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں صلیبیوں کو شکست فاش سے دوچار ہونا پڑا اور یوں یہاں تقریباً سات سوسال تک مسلمانوں کی حکومت رہی۔

یہودی قبضہ: سرزمین فلسطین میں یہود ونصاریٰ نے ''گریٹر اسرائیل'' کے صہیونی منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے یہاں یہودی آبادکاری کا سلسلہ نہایت ہی تیزی سے جاری وساری رکھا۔1170ء میں بیت المقدس میں صرف ایک یہودی تھا۔1750ء میں ان کی تعداد بڑھ کر 150 ہوگئی۔1918ء میں ان کی تعداد بڑھتے بڑھتے 55000 ہوگئی۔1922ء میں یہ تعداد بڑھ کر 82000۔ ہو گئی۔1925ء میں مزید 61000 یہودی دنیا کے مختلف ممالک سے یہاں لاکر بسائے گئے۔1936ء میں بیرونی ممالک سے آکر

یہاں آباد ہونے والے یہودیوں کی تعداد بڑھتے بڑھتے ساڑھے چار لاکھ سے تجاوز کر گئی۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد ابتداء میں یہودیوں نے جرمنی کی حکومت سے معاملہ کرنا چاہا تھا کیونکہ اس وقت جرمنی میں یہودیوں کا اتنا ہی زور تھا جتنا اس وقت امریکہ میں ہے۔ ''ڈاکٹر وائز مین'' یہودیوں کے قومی وطن کی تحریک کا علمبردار تھا۔ برطانوی پالیسی کے دستاویزات کی جلد سوم میں ''لارڈ بالفور'' کی ڈائری کے یہ الفاظ موجود ہیں:

''ہمیں فلسطین کے متعلق کوئی فیصلہ کرتے ہوئے وہاں کے موجود باشندوں سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے، صہیونیت ہمارے لئے ان سات لاکھ عربوں کی خواہشات اور تعصّبات سے بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے جو اس قدیم سرزمین پر اس وقت آباد ہیں۔''

برطانیہ اور فرانس نے یہودی منصوبہ میں ایسا کام کیا جیسا کہ وہ آزاد ملک نہیں ہیں بلکہ صرف یہودیوں کے ایجنٹ ہیں۔ اس موقع پر فلسطین میں جو مردم شُماری کرائی گئی تھی اس میں مسلمان عرب 660641، عیسائی 71464 اور یہودی 82790 تھے، فلسطین کا پہلا برطانوی ہائی کمشنر ''سر ہربرٹ سیمویل'' یہودی تھا۔ جنگ عظیم دوم کے زمانہ میں معاملہ اس سے آگے بڑھ گیا، ہٹلر کے مظالم سے بھاگنے والے یہودی بے تحاشا فلسطین میں داخل ہونے لگے۔

اسرائیل کے قیام میں اقوام متحدہ کا کردار: فلسطین کی سرزمین پر یہودیوں کی آبادکاری میں اقوام متحدہ، امریکہ اور یورپی ممالک نے سہولت کاری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ انہیں مالی مدد فراہم کی۔ بھاری رقوم کا لالچ دے کر فلسطینی مسلمانوں سے ان کی زمینیں خریدیں۔ 1947ء میں برطانوی حکومت نے فلسطین کا مسئلہ اقوام متحدہ میں پیش کر دیا۔ نومبر 1947ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے فلسطین کو یہودیوں اور عربوں کے درمیان تقسیم کرنے کا فیصلہ صادر کر دیا۔ اس قرارداد کے حق میں 33 ووٹ اور اس کے خلاف 13 ووٹ تھے، دس ملکوں نے رائے شماری میں حصہ نہیں لیا، امریکہ نے دباؤ ڈال کر ہائیٹی، فلپائن اور لائبیریا سے تین ووٹ زبردستی حاصل کیے۔ فلسطین کی تقسیم کی جو تجویز زبردستی منظور کرائی گئی اس کی رو سے فلسطین کا 55 فیصد رقبہ 33 فیصد یہودیوں اور 45 فیصد رقبہ 67 فیصد عرب آبادی کو دیا گیا۔

14 /مئی 1948ء کو عین اس وقت جب اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی فلسطین کے مسئلے پر بحث کر رہی تھی، یہودی ایجنسی نے رات کے دس بجے اسرائیلی ریاست کے قیام کا باقاعدہ اعلان کر دیا اور سب سے پہلے امریکہ اور روس نے اس کو تسلیم کر لیا۔

یہودی منصوبے کا تیسرا مرحلہ جون 1967ء کی جنگ میں بیت المقدس اور پورے باقی ماندہ فلسطین اور سرحد شام کی بالائی پہاڑیوں پر اسرائیل کا غاصبانہ قبضہ ہے۔ اس عرصہ میں امریکہ نے اسرائیل کو ایک ارب ساٹھ کروڑ ڈالر کی مالی مدد فراہم کی۔ مغربی جرمنی سے اس کو بیاسی کروڑ بیس لاکھ ڈالر کا تاوان دلوایا گیا۔ دنیا بھر

کے یہودیوں نے اسرائیلی ریاست کے لئے دو ارب ڈالر سے زیادہ چندہ فراہم کیا۔ نومبر 947ء سے 1957ء تک اقوام متحدہ کے اٹھائیس ریزولیوشن اسرائیل نے اقوام متحدہ کے منہ پر مارے۔

جون 1967ء کی جنگ کے بعد جب اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا اجلاس شروع ہونے والا تھا، اس وقت اسرائیل کے وزیر اعظم ''لیوی اشکول'' نے علی الاعلان یہ کہا کہ اگر اقوام متحدہ کے 122 اراکین میں سے 121 بھی فیصلہ دے دیں تو تنہا اسرائیل کے حق میں اس کا صرف اپنا ہی ووٹ رہ جائے تو پھر بھی ہم اپنے مفتوحہ علاقوں سے نہ نکلیں گے۔

فلسطین میں یہودیوں نے اپنے قدم جمانے کے بعد نہ صرف فلسطینی مسلمانوں کی نسل کشی میں کوئی کسر اٹھا رکھی بلکہ مقامات مقدسہ کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا۔ مسجد اقصیٰ کے نیچے سرنگیں کھود کر اس کی بنیادوں کو کھوکھلا کیا۔ اس میں بلاوجہ اور غیر ضروری توڑ پھوڑ کرنے سے بھی دریغ نہ کیا گیا۔ 21/اگست 1969ء میں ایک آسٹریلوی یہودی ''ڈینس مائیکل روحان'' نے قبلۂ اول کو آگ لگادی۔ مسجد اقصیٰ تین گھنٹے تک آگ کی لپیٹ میں رہی اور جنوب مشرقی جانب عین قبلہ کی طرف کا بڑا حصہ شہید ہوا۔ حضرت سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کا تیار کروایا ہوا تاریخی منبر بھی اسی میں نذر آتش ہوا تھا۔

اسرائیل کی پارلیمنٹ پر نمایاں لکھا ہوا ہے:

''اے اسرائیل تیری سرحدیں نیل سے فرات تک ہیں۔''

یہودی تحریک کے شائع کردہ نقشے میں جو تفصیل دی گئی ہے اس کی رو سے اسرائیل جن علاقوں پر مزید قبضہ کرنا چاہتا ہے ان میں دریائے نیل تک مصر، اردن، شام، لبنان، عراق کا بڑا حصہ، ترکی کا جنوبی علاقہ اور مدینہ منورہ تک سرزمین حجاز کا بالائی علاقہ شامل ہے۔

سرزمین فلسطین میں یہودیوں نے مسلمانوں کا جینا مشکل کیا ہوا ہے۔ وہ بے سروسامانی کے عالم میں بھی جذبۂ آزادی وطن سے سرشار ہیں اور اپنے وطن کی حفاظت میں اپنی جانیں قربان کر رہے ہیں۔ بوڑھے، جوان، عورتیں اور بچے سبھی اس جدو جہد میں شریک ہیں۔ دنیا بھر کے یہود و نصاریٰ الکفر ملة واحدة بن کر اسرائیل کی پشت پناہی کر رہے ہیں اور ہمارے ستاون اسلامی ممالک کے حکمران خواب غفلت میں سوئے ہوئے ہیں۔ اگر یہی حال رہا تو پھر دنیا میں کوئی اسلامی ملک محفوظ نہیں رہے گا۔

قارئین ماہنامہ اعلیٰ حضرت سے اپیل

ماہنامہ اعلیٰ حضرت مرکز اہل سنت خانقاہ رضویہ کا ترجمان ہے۔ اس مہنگائی کے زمانہ میں اس کی اشاعت واقعی نہایت دشوار ہے۔ پھر بھی الحمدللہ! یہ ماہنامہ مستقل و مسلسل اپنے وقت پر شائع ہو رہا ہے۔ ممبران اور قارئین سے گزارش ہے کہ اپنا سالانہ زر تعاون بروقت جمع کراتے رہیں تا کہ اس ماہنامہ کی اشاعت ہوتی رہے۔

کب تک

از۔ سید عبدالوہاب قادری جامؔی، سجادہ نشین عالیہ قادریہ کنیکل ضلع اننت پور، آندھرا پردیش

خدایا قلب اقصیٰ سے اُٹھے گا یوں دھواں کب تک
کرے گا ظلم ویراں اور بھی آبادیاں کب تک
ہجومِ کرب سے اُگلے گی بھپکے یہ زباں کب تک
ہنسے گا ظلم دانتوں میں دبا کر انگلیاں کب تک
غضب کے اشتہاروں میں کرم کی سرخیاں کب تک
سناؤ گے تشدد کے سُروں میں ٹھمریاں کب تک
چھپاؤ گے بھلا یہ خوں ٹپکتی کہنیاں کب تک
یہ مشقِ خون ریزی حامیٔ امن و اماں کب تک
لچے قندیل سے سورج تری تابانیاں کب تک
ارے بیوہ عُروسِ کفر کی من مانیاں کب تک
سنے گا کون چیخیں بھوک کے شورِ تشدد میں
نشانے پر رہیں گے بے قصوروں کے مکاں کب تک
تزلزل، ابتری، دہشت، فساد و واویلا، خطرہ
فغاں، غوغا، طلاطم، شورشوں کی آندھیاں کب تک
کٹے اعضا، لہو لاشے یہ ٹوٹی ہڈیاں، ڈھانچے
سکونِ روحِ انسان چاٹتی بربادیاں کب تک

فضا بھی کانپتی قبروں میں مردے پیٹتے سر ہیں
کلیجہ منھ کو آتا ہے ستم کی سختیاں کب تک
حکومت کا جنوں سیلاب خوں میں غسل کا شوقیں
شقاوت کا قلم لکھے گا آئینِ جہاں کب تک
نگل جائے گا زورِ متحد آہوں کا سناٹا
جفا پرور کے چہرے پر خوشی کی جھریاں کب تک
جمائے ہیں قدم ناسور نے ناپاک جبڑوں پر
چباتے جاؤ گے انسانیت کی بوٹیاں کب تک
غبارِ راہِ ناحق میں شرارے برق و آتش کے
دبے پاؤں چلیں گے سازشوں کے کارواں کب تک
چراغِ خونِ ناحق اور ظلمت کو بڑھا دے گا
کروگے جھوٹ کا "سچ" پر ہمارے تم گماں کب تک
کیا ہے فیصلہ تیری فنا کا نسلِ دوزخ نے
اے آلِ خلد یہ نیندوں بھری بے ہوشیاں کب تک
یقیں ہے غیرتِ رحمت کو جامؔی جوش آئے گا
یہودی ظلم کے بل پر رہیں گے شادماں کب تک

آہ! میدان تدریس کا شہسوار چلا گیا

استاذ گرامی حضرت علامہ عبدالشکور علیہ الرحمہ، سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ کے انتقال پر ایک تعزیتی تحریر

از۔محمد سلیم بریلوی

مورخہ ۲۱؍ربیع الآخر ۱۴۴۵ھ/ ۶؍نومبر ۲۰۲۳ء بروز پیر صبح کے وقت بذریعہ وہاٹس ایپ یہ دل خراش خبر پڑھنے کو ملی کہ استاذ الاساتذہ، محدث جلیل، میدان تدریس کے شہسوار، تلمیذ حافظ ملت، مرید مفتی اعظم ہند، جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے سابق استاذ و شیخ الحدیث حضرت علامہ عبد الشکور صاحب قبلہ ابھی ابھی صبح تقریباً ۸؍ بجکر ۵۰؍منٹ پر الہ آباد میں بعمر ۸۸؍سال اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے۔خبر پڑھتے ہی زبان پر انا للہ وانا الیہ راجعون جاری ہوگیا اور کافی دیر تک افسردگی کے عالم میں آستانۂ اعلیٰ حضرت پر اپنے استاذ گرامی کے لیے راقم دعائے مغفرت کرتا رہا۔آپ کا جسد خاکی الہ آباد سے آپ کے آبائی وطن ''ہری ہر گنج'' ضلع پلاموں، جھارکھنڈ لے جایا گیا جہاں عوام وخواص اور علماء ومشائخ کے جم غفیر کی موجودگی میں مؤرخہ ۷؍نومبر ۲۰۲۳ء بروز منگل بعد نماز ظہر آپ کی نماز جنازہ ''سیتا ہائی اسکول ہری ہر گنج'' کے احاطہ میں ادا کی گئی۔نماز جنازہ کی امامت پیر طریقت، شہزادۂ سراج ملت حضرت علامہ الحاج نعیم الہدیٰ صاحب مصباحی گیاوی نے پڑھائی۔آپ کی تدفین ''بنجاری'' مہراج گنج ضلع اورنگ آباد میں واقع عام قبرستان سے الگ تین بزرگوں کے لیے مخصوص قطعۂ زمین پر حضرت خلیل ملت علیہ الرحمہ کے پہلو میں عمل میں آئی۔

حیات و خدمات:استاذ گرامی حضرت علامہ عبد الشکور صاحب عزیزی علیہ الرحمہ کی ولادت مؤرخہ ۲۵؍رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ/ یکم جنوری ۱۹۳۵ء بروز منگل کو محلّہ ''ستگا نوری'' قصبہ ہری ہر گنج ضلع پلاموں جھارکھنڈ میں واقع جناب علی محمد ابن صولت علی عرف سولی میاں کے دینی ومذہبی اس گھرانے میں ہوئی کہ جہاں حضرت سید العلماء مارہروی، سیدی سرکار مفتی اعظم ہند اور حضرت علامہ شاہ نور الہدیٰ صاحب گیاوی علیہم الرحمہ جیسی شخصیات کی آمد ہوتی رہتی تھی۔ابتدائی تعلیم اپنے ہی قصبہ ہری ہر گنج میں حاصل کرنے کے بعد مدرسہ سراج العلوم مہراج گنج ضلع اورنگ آباد جھارکھنڈ میں قرآن کریم حفظ کیا پھر چند سال مدرسہ عین العلوم ضلع ''گیا'' بہار میں رہ کر درس نظامیہ کی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد بنارس کی مشہور ومعروف درسگاہ مدرسہ ''حمیدیہ رضویہ'' میں داخلہ لے کر تقریباً ۵؍سال تک نہایت محنت و عرق ریزی کے ساتھ اپنا تعلیمی سفر طے کرتے رہے جہاں آپ کو محدث جلیل حضرت علامہ مولانا خادم رسول صاحب علیہ الرحمہ کی خصوصی توجہات حاصل تھیں۔بنارس سے آپ ''جامعہ اشرفیہ'' مبارکپور آ گئے اور یہاں حافظ ملت، حافظ عبد الرؤف بلیاوی اور دیگر بزرگ اساتذہ کے زیر شفقت منتہی کتابوں کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔اس وقت درس وتدریس کا کام قصبہ مبارکپور گولا بازار میں قائم دار العلوم اہل سنت اشرفیہ مصباح العلوم میں ہوتا تھا یہیں آپ نے اپنا تعلیمی سفر مکمل فرمایا۔حضور حافظ ملت کی قیام گاہ پر آپ رہتے تھے جس کی وجہ سے حضور حافظ ملت کی نگاہ فیض کا آپ ہمیشہ مرکز بنے رہے اور جب تک اشرفیہ میں پڑھاتے رہے تب تک قصبہ میں واقع دار العلوم کی اسی عمارت میں آپ رہتے رہے۔اشرفیہ سے ۱۹۶۰ء میں فراغت ہوئی۔جشن دستار فضیلت کے موقع پر سیدی سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے جو ختم بخاری شریف کی محفل اور جشن دستار بندی کی تقریب میں شرکت کے لیے حضور حافظ ملت کی دعوت پر بریلی شریف سے مبارکپور تشریف لائے تھے۔آپ کا نکاح زمانہ طالب علمی ہی میں آپ کے والدین نے کرا دیا تھا۔آپ کے یہاں

۳ لڑکوں اور ۲ لڑکیوں کی پیدائش ہوئی۔ حضور حافظ ملت کے حکم پر فراغت کے پانچ ماہ بعد آپ مدرسہ تدریس الاسلام بسڈیلہ ضلع بستی یو پی میں نائب صدر مدرس کے منصب پر تقریباً ۸ سال تک فائز رہے پھر چند ماہ کے لیے مدرسہ انوار العلوم تلسی پور ضلع بلرامپور میں تشریف لے گئے۔ یہاں سے مدرسہ مسعود العلوم چھوٹی تکیہ بہرائچ شریف میں تدریسی خدمات کی انجام دہی کے لیے تشریف لے آئے کہ اسی درمیان ۱۹۷۴ء میں سیدی سرکار حافظ ملت علیہ الرحمہ نے بذریعہ خط آپ کو حکم دیا کہ اب کارِ تدریس اشرفیہ ہی میں انجام دینا ہے چنانچہ ۱۹۷۴ء سے ۲۰۱۷ء تک تقریباً ۴۴ سال جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں میدان تدریس کے ایک عظیم شہسوار کی حیثیت سے کار تدریس انجام دیتے رہے۔ جب جامعہ اسلامیہ روناہی ضلع فیض آباد میں دورۂ حدیث کا شعبہ قائم کیا گیا تو یہاں کے ذمہ داران کی گزارش پر کچھ وقت آپ شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہ کر بخاری شریف کا درس دیتے رہے۔ پھر واپس اشرفیہ چلے گئے۔ آخری سالوں میں جب علالت کافی غالب ہوگئی تب آپ اپنے فرزند عالیجناب رضوان احمد صاحب کے مکان پر (واقع الہ آباد) تشریف لے آئے اور یہیں پر آپ کا علاج و معالجہ چلتا رہا۔

راقم الحروف نے حضرت علامہ عبد الشکور علیہ الرحمہ سے ''مناظرۂ رشیدیہ''، ''سراجی''، ''مسلم شریف'' اور درجہ تخصص میں ''شرح معانی الآثار طحاوی شریف'' جیسی کتابیں پڑھی ہیں۔ آپ ایک بارعب، اصول پسند اور سادگی پسند شخصیت کے حامل تھے۔ جسم گٹھا ہوا اور توانا تھا، داڑھی نہایت گھنی، سینے کو بھری ہوئی اور نہایت خوبصورت تھی۔ آنکھیں بڑی بڑی اور سرمگیں تھیں۔ سفید کلی دار کرتا اور بڑی موری کا گھیر والا پائجامہ پہنتے۔ عموماً سرمیلی و فاختائی رنگ کی صدری زیب تن کئے رہتے نیز گلے میں سفید رومال اور سر پر دو پلی سفید کشیدہ کاری والی ٹوپی جسے ''نوری کیپ'' کہا جاتا ہے وہ پہنتے۔ آپ کا قیام مبارکپور میں واقع پرانے مدرسہ کی عمارت میں تھا جہاں سے آپ پیدل ہی روزانہ اشرفیہ آتے جاتے تھے۔ وقت کے نہایت پابند تھے۔ سلام میں کبھی ناغہ نہ ہوتا اور نہ ہی آپ رخصت پر رہتے۔ پورے وقت تک پوری گھنٹی پڑھاتے۔ جو بھی کتاب پڑھاتے نہایت محنت سے پڑھاتے۔ طلبہ سے کبھی بھی غیر ضروری نہ باتیں کرتے اور نہ اپنے پاس خالی اوقات میں بیٹھاتے۔ فرصت کے اوقات میں سینٹرل بلڈنگ کی دوسری منزل پر واقع اپنی درسگاہ کے باہر کونے پر بیٹھ جاتے جہاں آپ کے ساتھ اساتذ گرامی حضرت علامہ اسرار احمد عزیزی اور حضرت علامہ غلام حسین صاحب مبارکپوری بیٹھتے تھے۔ انداز تدریس نہایت ہی عام فہم ہوتا، لمبی چوڑی تقریر نہیں کرتے بلکہ عبارت کی تفہیم اس طرح کرتے کہ کند ذہن طالب علم کے ذہن میں بھی مفہوم عبارت جاں گزیں ہو جاتا۔ عموماً پڑھاتے وقت ''بابو'' کہہ کر طلبہ سے مخاطبہ فرماتے۔ کسی بھی طالب علم سے تحفہ کے نام پر کبھی بھی کچھ قبول نہ کرتے۔ طلبہ پر موصوف کا ایک خاص قسم کا رعب طاری رہتا۔ کبھی بھی کسی طالب علم سے بے تکلف نہ ہوئے۔ غالباً ۲۰۱۲ء میں آپ بریلی شریف آستانہ اعلیٰ حضرت پر حاضر ہوئے تب آپ افریقی ہاسٹل میں تشریف لائے۔ راقم نے دست بوسی کر کے خیریت دریافت کی تب مختصر گفتگو کے بعد فرمایا: ''بابو! محنت سے کام کریں اور طلبہ کی تربیت پر خاص توجہ دیں''۔

یہ سب وہ باتیں ہیں جو انتقال کی خبر سنتے ہی پردۂ ذہن پر ابھر آئیں جنہیں ہم نے سردست یہاں نقل کر دیا۔ ورنہ آپ کی حیات و خدمات کا جائزہ لیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔ مولانا ریحان انجم مصباحی صاحب نے ان کے کچھ حالات جمع کر کے ''حیات محدث جلیل'' کے نام سے شائع کئے ہیں امید ہے کہ موصوف ہی آپ کا تفصیلی تذکرہ مرتب فرما کر شائع کریں گے۔ حضور صاحب سجادہ حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں صاحب نے انتقال کی خبر سن کر اپنے گہرے رنج کا اظہار فرمایا، تعزیت نامہ جاری فرما کر دعائے مغفرت کی۔ اللہ رب العزت استاذ گرامی کی قبر پر انوار و رحمت کی بارشیں نازل فرمائے۔ آمین

آئینۂ منظر اسلام

وہ منظر اسلام جسے سرکارِ اعلیٰ حضرت نے ایک آل رسول کی فرمائش پر ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء میں شہرستانِ عشق ومحبت بریلی شریف کی سرزمین پر قائم فرمایا۔

وہ منظر اسلام جس کی بے مثال تعمیر وترقی اور عظمت و رفعت حضور حجۃ الاسلام کی ارفع و اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کا ایک خوبصورت استعارہ ہے۔

وہ منظر اسلام جس کے گلشن علم وحکمت کی لازوال تروتازگی وشادابی میں سرکار مفتی اعظم ہند کا علمی وروحانی تصرف ہمہ وقت کارفرما ہے۔

وہ منظر اسلام جس کی رعنائیاں اور تابانیاں سرکار مفسر اعظم ہند کے بے مثال ایثار وقربانی اور خلوص کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

وہ منظر اسلام جس کی عالمی شہرت اور مرکزی حیثیت حضرت ریحان ملت کی قائدانہ صلاحیتوں کا ایک روشن ومنور نمونہ ہے۔

وہ منظر اسلام کہ شاہ راہ ترقی پر جس کی تیز گامی میرے والدمحترم حضور صاحب سجادہ کی پرعزم، مستحکم اور مخلصانہ قیادت ونظامت کی درخشاں ودیدہ زیب تصویر ہے۔

وہ منظر اسلام جو ماضی قریب کے اکثر اکابر اہل سنت کا قبلۂ علوم وحکمت ہے۔

وہ منظر اسلام جس نے قوم وملت کو ''تحریک تحفظ ناموس رسالت'' اور ''تحریک تحفظ عظمت اولیا'' کے بے شمار جانباز سپاہی عطا فرمائے۔

وہ منظر اسلام جو دینی وعصری علوم وفنون کے ساتھ اسلامی افکار ونظریات کی ترسیل وتبلیغ، عقائد اہل سنت کی ترویج و اشاعت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے عروج وارتقا کے لئے شب وروز سرگرم عمل ہے۔

وہ منظر اسلام جس کے فارغین کی ایک عظیم جماعت عالم سنیت کے خطہ خطہ میں مذہب ومسلک کی بے لوث خدمت کرنے میں مصروف کار ہے۔

وہ منظر اسلام جو اپنے تابناک ماضی کی ضیابار کرنوں کی روشنی میں اپنے روشن ومنور مستقبل کے خطوط متعین کرکے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

ہاں! یہی منظر اسلام آج آپ کے جذبۂ ایثار وتعاون کو آواز دے رہا ہے۔ آئیے! اور اس کے عروج وارتقا کے لئے دل کھول کر حصہ لیجئے تاکہ اعلیٰ حضرت کے اس عظیم ادارے کا یہ علمی وروحانی قافلہ یوں ہی اپنے سفر کی منزلیں طے کرتا رہے۔

فقیر قادری محمد احسن رضا

سجادہ نشین درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

United
PRINTERS BAREILLY
(M) 9319623803, 9548639384

Monthly "Aala Hazrat" Urdu Magazine
84, Saudagran Street, Bareilly 243003-(U.P.)
Ph.: 2555624, 2575683-(Office)
Fax : 2574627 (0091-581)

R.N.P. NO. 6802/60 N.I.C.
POSTEL REGD. NO. U.P/BR-175/2021-23
PUBLISHING DATE : 14th
POSTING DATE : 18th] EVRY ADVANCE MONTH
PAGES : 64 PAGE WITH COVER WEIGHT : 80 GRM

₹ 35/-

Editor : Mohammad Subhan Raza Khan (Subhani Mian) DECEMBER 2023

دعوت خیر

طالبان علوم نبویہ کے قیام وطعام، منظر اسلام کے تمام شعبوں کے عروج وارتقا، دارالافتا کے عمدہ واحسن انتظام، لائبریریوں کی آرائش وزیبائش، ماہنامہ اعلیٰ حضرت کی مسلسل اشاعت، رضا مسجد کی زیب وزینت، خانقاہ رضویہ کی تب وتاب اور عرس رضوی کے وسیع انتظامات میں دل کھول کر حصہ لیں۔

Printed Published & Owned by Mohammad Subhan Raza Khan "Subhani Mian" Printed at Raza Barqi Press, Moh. Saudagran Bareilly & Published at Office of Monthly Aala Hazrat 84, Saudagran Street Bareilly (U.P.)